سلسلہ: ۱۷

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت

اور صحابہؓ سے ان کی روایت

از

مولانا محمد عبدالشہید نعمانی
استاذ شعبۂ عربی جامعہ کراچی

ناشر

ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۱، علم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی ۱۹

قیمت: ۶۰ روپے

فہرست امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت

مادہ تاریخِ طباعت

امام ابوحنیفہ (کوفی) کی تابعیت (حصہ اول)

۱۳ ھج ۱۴

امام ابوحنیفہ کی تابعیت اسلوب سنجیدگی (اسلوب دلجمعی)

۱۳ ھج ۱۴

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

عرضِ ناشر

حق تعالیٰ کا یہ محض فضل ہے کہ اس نے "الرحیم اکیڈمی" کو نہایت معلومات آفریں کتاب "امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت" کو شائع کرنے کی توفیق دی۔ یہ پروفیسر مولانا محمد عبدالشہید نعمانی چیئرمین شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی کا علمی وتحقیقی شاہکار ہے۔

اہل علم اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ اسلامی دنیا کی اکثریت فقہی احکام میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی پیرو ہے۔ امام صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا ان میں سے ایک اہم خصوصیت ان کی تابعیت ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جس میں ائمۂ مذاہبِ اربعہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی یکتا ومنفرد ہیں، یہ کتاب اس موضوع پر نہایت جامع اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہے جس سے اردو زبان کا دامن خالی تھا۔

اس کتاب کے چند اہم مباحث حسب ذیل ہیں:

۱۔ تابعیت کیا ہے۔
۲۔ امام ابوحنیفہؒ نے کن کن صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے۔
۳۔ کن حضرات صحابہؓ سے آپ کو شرفِ ملاقات حاصل ہے۔
۴۔ کن حضرات صحابہؓ سے آپ کی روایت ثابت ہے۔

ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، حضرت امام اعظمؒ کے طفیل اس کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ہمیں ان کی برکت سے سرفراز کرے آمین۔

احقر العباد
ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر غفر اللہ ولوالدیہ
۸ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی الہ وصحبہ ومن تبعہم باحسانٍ الی یوم الدین

۱ - امام اعظم کی امتیازی خصوصیات

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمۂ اربعہ میں ایک خاص ممتاز اور منفرد حیثیت کے حامل ہیں جس کی وجہ ان کی وہ خصوصیات اور امتیازات ہیں جو دُوسرے ائمہ میں نہیں پائے جاتے اور انھیں خصوصیات کی بناء پر آپ کو "امام اعظم" کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔
علماء نے آپ کی بہت سی خصوصیتیں بتائی ہیں جن میں چند اتنی اہم ہیں کہ ان کی وجہ سے امام صاحب نہ صرف فقہاء بلکہ محدثین میں بھی ممتاز ہو گئے ہیں۔
ان خصوصیات میں ایک امتیازی خصوصیت جو تاریخی اور دینی دونوں اعتبار سے انتہائی اہم ہے وہ ان کی تابعیت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمۂ اربعہ میں امام صاحب کے علاوہ یہ منصب کسی اور امام کو حاصل نہ ہو سکا۔

۲ - بارگاہِ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ

اسی تابعیت کی بناء پر آپ کو بارگاہِ رسالتؐ سے بیک واسطہ تلمذ کا شرف حاصل ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس نے امام صاحب کو اپنے معاصر اور بعد کے آنے والے محدثین میں اسنادِ عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔ دُوسرے ائمہ کی اسانید عالیہ پر نظر ڈالیے، امام مالک تبع تابعی ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی "ثنائیات"[1] ہیں،

---

[1] یعنی وہ روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدو واسطہ مروی ہیں۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چونکہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات "ثلاثیات"[1] شمار کی جاتی ہیں۔ مصنفینِ صحاحِ ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی بھی چونکہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی اس فضیلت میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلمؒ اور امام نسائیؒ کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے عالی روایات "رباعیات"[2] ہیں۔

٣- کتاب الآثار کی تصنیف

اسی طرح محدثین میں امام اعظمؒ ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر علمِ حدیث میں سب سے پہلے کتاب الآثار جیسی بیش بہا تصنیف مرتب فرما کر بعد کے آنے والے ائمہ کے لیے ترتیب و تدوین کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

٤- ہندوستان میں امام صاحب کی تابعیت سے بعض علماء کا انکار

تاریخ و تراجم کی کتابوں میں یہ بحث تو پہلے سے چلی آتی ہے کہ آیا امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن امام اعظم کی رؤیتِ صحابہ سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں۔ البتہ گزشتہ صدی کے آخر میں جب ہندوستان میں تحریکِ اہلِ حدیث نے زور پکڑا اور تقلید و عدمِ تقلید کی بحثیں چھڑیں تو بعض حضرات نے مخالفت کے جوش میں امام صاحبؒ کی تابعیت پر بھی کلام کیا اور صحابہ سے امام اعظم کی نہ صرف روایت بلکہ رؤیت سے بھی انکار کر دیا۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اردو میں یہ بحث مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی شارحِ مشکوٰۃ کی مشہور کتاب تنویر الحق کے بعد شروع ہوئی جو تقلیدِ ائمہ کے ثبوت میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کی ابتدا میں فضائلِ امام اعظمؒ پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے منجملہ اور فضائل کے ان کی تابعیت کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور صحابہ سے امام اعظم کی روایت کو ثابت کیا تھا۔ اس رسالہ کے جواب میں سرخیلِ اہلِ حدیث جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے "معیار الحق" لکھی جس میں صحابہ سے امام اعظم کی رؤیت اور روایت دونوں کے ثبوت

---

[1] وہ روایتیں جو تین واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔

[2] وہ روایات جن کے سلسلہ سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں۔

کا انکار کیا۔ پھر "معیار" کے جواب میں علماء احناف کی طرف سے دو کتابیں لکھی گئیں۔ ایک "انتصار الحق" مؤلفہ مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، دوسری مدار الحق مؤلفہ مولانا محمد شاہ صاحب صدیقی۔ ان دونوں کتابوں میں تابعیت پر تفصیلی بحث کی گئی اور دلائل سے اس کا اثبات کیا گیا۔

۵۔ مولانا شبلی کا ثبوتِ روایت سے انکار

اس کے بعد مولانا شبلی نے سیرۃ النعمان لکھی جس میں انتہائی سنجیدہ اور تحقیقی انداز میں امام صاحب کے حالاتِ زندگی سپردِ قلم کیے۔ اس کتاب میں مولانا شبلی نے اگرچہ امام اعظم کی تابعیت کا اثبات کیا ہے لیکن روایت صحابہ کے سلسلہ میں ان کی رائے بعض متاخرین شوافع کی رائے سے متاثر ہو گئی۔ اس لئے اس بارے میں انھوں نے زیادہ تحقیق سے کام نہیں لیا بلکہ انھیں بعض علماء شوافع کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے امام اعظم کی روایت صحابہ سے انکار کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں وہی دلائل نقل کر دیئے جو صاحب الخیرات الحسان نے اپنی کتاب میں بیان کیے تھے۔

اب حال ہی میں مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی نے اپنی مشہور کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" میں صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی روایت کے اثبات پر ایک نہایت قیمتی بحث سپردِ قلم کی ہے جو قابلِ دید ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے اپنی عربی تصنیف "التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم" اور "التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات" میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نہایت سیر حاصل بحث کی ہے جو نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔

اس مسئلہ پر بحث شروع کرنے سے پہلے سب سے اول تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شرعی نقطۂ نظر سے تابعیت کی کیا اہمیت ہے؟ اور وہ کیوں باب مناقب کی ایک اہم خصوصیت اور قابلِ فخر چیز بن گئی ہے؟ اور اس کے بعد پھر اس پر غور کرنا چاہیے کہ تابعی کی تعریف

ؔ یہ دونوں کتابیں ادارہ "سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ" نے عربی ٹائپ میں نہایت عمدہ کاغذ پر شائع کی ہیں۔ "التعلیق القویم" امام مسعود ابن شیبہ سندھی کی "مقدمہ کتاب التعلیم" کا حاشیہ ہے۔ اور "التعلیقات" مخدوم عبد اللطیف محدث سندھی کی "ذب ذبابات الدراسات" کا، یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے اور ملا محمد معین سندھی کی "دراسات اللبیب" کا رد ہے۔

گیا ہے؟ اور کون شخص اس فضیلت کا حامل بن سکتا ہے؟

۶ - تابعیت کی فضیلت | اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں ان ہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ - اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ -

"اور جو آگے آگے ہیں، وہی نعمت کے باغوں میں خاص قرب والے ہیں"

اور حدیث میں ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیئ قوم تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ - متفق علیہ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاقضیۃ والشہادات الفصل الاول)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان سے پیوستہ ہیں، پھر وہ جو ان سے پیوستہ ہیں۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے کسی کی گواہی اس کی قسم سے پہلے ہوگی اور کسی کی قسم گواہی سے پہلے۔" (مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو نہ قسم کھانے میں باک ہوگا، نہ گواہی دینے میں۔ بلکہ آگے سے آگے گواہی دینے اور قسم کھانے کے لئے تیار ہوں گے۔)

ان آیات و احادیث پر غور کیجیے۔ سابقیت، مقربیت، رضائے الٰہی، وعدۂ دخول جنت اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا، فوزِ عظیم، خیریتِ زمان۔ یہ وہ فضائل اور خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے شرفِ تابعیت باب مناقب کی ایک عظیم خصوصیت اور انتہائی قدر و منزلت کی چیز بن گئی ہے۔

۷۔ **تابعی کی تعریف** اب تابعی کی تعریف پر غور کیجیے تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ کون لوگ اس فضیلت کے حامل ہوسکتے ہیں۔

حافظ ابن صلاح المتوفی ۶۴۳ھ اپنی کتاب "علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح" میں فرماتے ہیں:

قال الخطیب التابعی من صحب الصحابی قلت ومطلقہ مخصوص بالتابعی باحسانٍ ویقال للواحد منھم تابع وتابعی. وکلام الحاکم ابی عبداللہ وغیرہ مشعر بانہ یکفی فیہ ان یسمع من الصحابی او یلقاہ وان لم توجد الصحبۃ العرفیۃ. والاکتفاء فی ھذا بمجرد اللقاء والرؤیۃ اقرب منہ فی الصحابی نظرًا الی مقتضی اللفظین فیھما۔ [1]

خطیب کہتے ہیں۔ جس شخص نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو وہ تابعی ہے۔ میں (ابن صلاح) کہتا ہوں۔ مطلق تابعی کا لفظ اس تابعی کے ساتھ مخصوص ہے جو صحابہ کی اچھی طرح اتباع کرے ان میں سے واحد کے لیے تابع اور تابعی دونوں لفظوں کا استعمال ہوتا ہے۔ ابی عبداللہ الحاکم وغیرہ کا کلام اس بات کو بتاتا ہے کہ تابعی ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ اس کو کسی صحابی سے سماع یا لقاء حاصل ہو۔ اگرچہ صحبت عرفیہ نہ پائی جائے۔ اور لقاء اور رؤیت کے لحاظ سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے مقتضی پر غور کیا جائے تو بہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے میں مجرد لقاء اور رؤیت پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۸۔ **تابعیت کے لیے مجرد رؤیت کافی ہے**

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حافظ ابن صلاح کے نزدیک مجرد رؤیت تابعیت کے لیے کافی ہے چنانچہ اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حافظ زین الدین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ فرماتے ہیں:

وفیہ امور احدھا ان تقدیم المصنف کلام الخطیب فی حد التابعی علی کلام الحاکم وغیرہ وتصدیرہ

یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں۔ من جملہ ان کے ایک مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعے اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ وہم پیدا

---

[1] ص [illegible] طبع حلب۔

به كلامه، ربما يوهم ترجيح على القول الذى بعده وليس كذلك بل الراجح الذى عليه العمل قول الحاكم وغيره فى الاكتفاء بمجرد الرؤية دون اشتراط الصحبة وعليه يدل عمل ائمة الحديث مسلم بن حجاج ابى حاتم بن حبان ابى عبدالله الحاكم عبدالغنى بن سعيد وغيرهم۔ [1]

کرسکتا ہے کہ اس قول کو بعد والے قول پر ترجیح ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے بلکہ قول راجح جس پر عمل درآمد ہے وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد رؤیت کافی ہے اور صحبت کی شرط نہیں ہے اور اسی پر ائمہ حدیث مسلم بن الحجاج، ابی حاتم ابن حبان، ابی عبداللہ الحاکم اور عبدالغنی بن سعید وغیرہ کا عمل بھی دلالت کر رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ نہ صرف ابن صلاح بلکہ اس فن کے مستند ائمہ مسلم بن الحجاج، ابن حبان، حاکم اور عبدالغنی بن سعید کی رائے بھی یہی ہے۔ البتہ ابن حبان نے یہ شرط لگائی ہے کہ رؤیت ایسے سن میں ہونا چاہیے جس میں وہ راوی اس حدیث کو یاد بھی کرسکے۔

اسی طرح علامہ محی الدین النووی "تقریب" میں تابعی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قيل هو من صحب صحابيا وقيل من لقيه، وهو الاظهر۔ [2]

کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

دیکھیے اس عبارت میں بھی علامہ نووی نے تابعی کی تعریف میں صرف لقاء ہی کو اظہر بتایا ہے۔

اور حافظ جلال الدین سیوطی تقریب نووی کی شرح تدریب الراوی میں عبارت بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقيل هو من لقيه وان لم يصحبه كما قيل فى الصحابى وعليه الحاكم. قال ابن الصلاح وهو اقرب قال

کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت سے مستفید نہ ہوا ہو جیسا کہ صحابی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ یہی حاکم کی رائے ہے۔ ابن صلاح

---

[1] التقييد والايضاح صفحہ ۲۷۴ طبع حلب [2] تقریب النووی صفحہ ۲۱۲ طبع مصر۔

المصنف وهو الاظهر۔ قال العراقی وعلیہ عمل الاکثرین من اھل الحدیث۔ [1]

مصنف نے کہا ہے یہی زیادہ قریب ہے مصنف نے بھی اسی کو زیادہ ظاہر بتایا ہے۔ عراقی نے کہا ہے کہ اہل حدیث (محدثین) میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے۔

امام سیوطیؒ کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ اہل فن کے نزدیک تابعیت کے لیے مجرد رؤیت کافی ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

التابعی وھو من لقی الصحابی کذلک وھذا متعلق باللقی وھذا ھو المختار خلافاً لمن اشترط فی التابعی طول الملازمۃ او صحۃ السماع او التمییز۔ [2]

تابعی وہ شخص ہے جس نے اسی طرح صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی مذہب مختار ہے برخلاف ان لوگوں کے جو تابعی کے لیے طول ملازمت یا صحت سماع یا سن تمییز کو شرط قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کی رائے میں بھی مجرد لقاء کافی ہے اور انھوں نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

اسی طرح حافظ صاحب کے شاگرد حافظ سخاوی فرماتے ہیں:

فالتابع اللاقی لمن قد صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحدا فاکثر سواء کانت الرؤیۃ من الصحابی نفسہ حیث کان التابعی اعمی او بالعکس او کانا جمیعاً کذلک یصدق انھما تلاقیا وسواء کان ممیزا ام لا سمع منہ ام لا۔ [3]

تابع وہ ملاقات کرنے والا ہے ایک یا ایک سے زائد ان حضرات سے کہ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہو۔ خواہ خود صحابی نے اس کو دیکھا ہو بایں طور کہ تابعی نابینا ہو یا اس کے برعکس ہو کہ صحابی نابینا ہو یا دونوں ہی نابینا۔ تب بھی یہ بات صادق آئے گی کہ انھوں نے باہم ملاقات کی ہے۔ اور خواہ تابعی سن تمیز کو پہنچا ہو یا نہیں۔ اور خواہ اس نے صحابی سے سماع کیا ہو یا نہیں۔

---

[1] تدریب الراوی صفحہ ۲۱۲ طبع مصر [2] نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۰۲ طبع لاہور
[3] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث صفحہ ۴۹۵ طبع لکھنؤ۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ ائمۂ اصولِ حدیث کے نزدیک ثبوتِ تابعیت کے لیے مجرد کسی صحابی کی رؤیت کافی ہے۔ البتہ خطیب بغدادی کے نزدیک صحبت صحابی ضروری ہے۔ لیکن صحبت کی نفی ایک تو خود حدیث نبوی سے ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی و طوبیٰ لمن رأی من رآنی۔
(رواہ الطبرانی والحاکم عن عبداللہ بن بسر) ؎۱

خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیت ہی کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو کہ مطلق ہے لہٰذا اس مطلق کو صحبت یا اسی قسم کی کسی اور قید سے مقید کرنا درست نہ ہوگا اس لیے کہ اصولِ فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے، المطلق یجری علی اطلاقہ۔

دوسرے یہ کہ خود خطیب بغدادی کے طرز عمل سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد بھی صحبت سے یہاں صحبت لغوی ہے جس میں ایک لحظہ کی ملاقات بھی کافی ہے نہ کہ صحبت عرفی کہ جس میں صرف ملاقات کافی نہیں بلکہ کچھ عرصہ تک ساتھ رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے منصور بن المعتمر کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا ہے حالانکہ تمام ائمۂ حدیث جیسے مسلم بن الحجاج، ابن حبان وغیرہ ان کو تبع تابعین میں شمار کرتے ہیں اور امام نووی ان کے متعلق صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حافظ زین الدین عراقی مقدمہ ابن صلاح کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

الامر الثانی ان الخطیب وان کان قال فی کتاب الکفایۃ ماحکاہ عنہ المصنف من ان التابعی من صحب الصحابی فانہ عد منصور بن المعتمر من التابعین فی جزء لہ جمع فیہ روایۃ الستۃ من التابعین بعضھم عن بعض وذلک فی

دوسری بات یہ ہے کہ خطیب نے اگرچہ کتاب الکفایہ میں جیسا کہ مصنف نے ان سے نقل کیا ہے یہ کہا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو، اس کے باوجود انھوں نے منصور بن المعتمر کو اپنے اس "جزء" میں کہ جس کا موضوع ہے، ان روایات کا جمع کرنا جن میں مسلسل چھ تابعین کی روایت ایک دوسرے سے پائی جاتی ہے "تابعین میں شمار کیا ہے۔ اور یہ

؎۱ مرقات شرح مشکوٰۃ۔ باب مناقب الصحابہ الفصل الثانی۔

الحدیث الذی رواہ الترمذی والنسائی من روایة منصور بن المعتمر عن هلال بن یساف عن ربیع بن خیثم عن عمرو بن میمون عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن امرأة من الانصار عن ابی ایوب مرفوعاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثلث القرآن قال الخطیب منصور بن المعتمر له ابن ابی اوفی. قلت وانما له رؤیة له فقط دون الصحبة والسماع. وقد ذکرہ مسلم وابن حبان وغیرهما فی طبقة اتباع التابعین ولم ار من عدہ فی طبقة التابعین وقال النووی فی شرح مسلم لیس بتابعی ولکنه من اتباع التابعین. فقد عدہ الخطیب فی التابعین وان لم یعرف له صحبة لابن ابی اوفی فیحمل قوله فی الکفایة من صحب الصحابی علی ان المراد اللقی جمعاً بین کلامیه والله اعلم.

وہ حدیث ہے جس کو ترمذی اور نسائی نے بروایت منصور بن المعتمر عن ہلال بن یساف عن ربیع بن الخیثم عن ربیع بن میمون عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن امرأۃ من الانصار، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثلث القرآن ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خطیب کے الفاظ ہیں کہ "منصور بن المعتمر لہ ابن ابی اوفی" میں (حافظ عراقی) کہتا ہوں، منصور کو حضرت ابن ابی اوفیٰ صحابی کی فقط رؤیت حاصل تھی نہ کہ صحبت اور سماع۔ چنانچہ مسلم، ابن حبان اور دوسرے لوگوں نے ان کو تبع تابعین ہی میں ذکر کیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان کو کسی نے تابعین میں ذکر کیا ہے۔ اور نووی شرح مسلم میں کہتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہی ہیں۔ (اب غور فرمائیے کہ) اگرچہ ان کی صحبت حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے معروف نہیں ہے اس کے باوجود خطیب نے ان کو تابعین میں ذکر کیا ہے۔ لہذا خطیب نے کفایہ میں جو یہ کہا ہے کہ من صحب الصحابی تو اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا کہ یہاں ان کے کلام میں صحبت سے مراد لقاء ہے تاکہ ان کی دونوں باتوں میں تطبیق ہو جائے۔[۱]

بلکہ علامہ سخاوی نے تو اس بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ لفظ صحبت کے بارے میں لغت اور عرف دونوں کا استعمال قریب قریب ایک ہی معنی میں ہوتا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

فالعرف واللغة فیه متقاربان هذا مع ان الخطیب عد منصور بن المعتمر

یاد رکھیے تابعیت کے باب میں عرف اور لغت دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات

---

[۱] التقیید والایضاح ص۲۷۶ طبع حلب

في التابعين مع كونه لم يسمع من احد من الصحابة. ۱؎

ذہن میں رہے کہ خطیب نے منصور بن المعتمر کو تابعین میں شمار کیا ہے باوجودیکہ انھوں نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر خطیب کے قول کی یہ توجیہ نہ کی جائے بلکہ صحبت کو لقاء سے خاص کر کے اس کے عرفی معنیٰ میں لیا جائے تو بھی ان کی رائے کی غلطی ظاہر ہے اور اسی وجہ سے ائمہ اصول حدیث نے خطیب کے اس قول کی تردید کی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن صلاح کے یہ الفاظ سابق میں گزر چکے ہیں:

والاكتفاء في هذا بمجرد اللقاء والرؤية اقرب منه في الصحابي نظرا الى مقتضى اللفظين فيهما.

اور لقاء اور رؤیت کے لحاظ سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے مقتضیٰ پر غور کیا جائے تو بہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے میں مجرد لقاء و رؤیت پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اور حافظ زین الدین عراقی کی یہ تصریح بھی سابق میں گزر چکی ہے:

وفيه امور احدها ان تقديم المصنف كلام الخطيب في حد التابعي على كلام الحاكم وغيره وتصديره به كلامه ربما يوهم ترجيحه على القول الذي بعده وليس كذلك بل الراجح الذي عليه العمل قول الحاكم وغيره في الاكتفاء بمجرد الرؤية دون اشتراط الصحبة.

یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعہ اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ وہم بھی پیدا کر سکتا ہے کہ اس قول کو بعد والے قول پر ترجیح ہے حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ قول راجح جس پر عمل درآمد ہے وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد رؤیت کافی ہے اور صحبت کی شرط نہیں۔

اور علامہ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں:

وكذا للخطيب ايضا التابعي حده ان يصحب الصحابي ولكن الاول اصح وعليه كما قال المصنف عمل الاكثرين

اور اسی طرح خطیب نے بھی تابعی کی یہ تعریف کی ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو لیکن پہلی تعریف زیادہ صحیح ہے اور جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اسی پر اکثر حضرات

۱؎ فتح المغیث صفحہ ۳۰۲ طبع لکھنؤ

وقال شيخنا انه المختار.[1]

کا عمل ہے اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر) نے اسی کو مختار بتایا ہے۔

چوتھے یہ کہ علماء اصول حدیث کا عمل بھی خطیب کے قول کے خلاف ہے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں:

وعليه يدل عمل ائمة الحديث مسلم بن الحجاج وابي حاتم بن حبان وابي عبد الله الحاكم وعبد الغني بن سعيد وغيرهم وقد ذكر مسلم بن الحجاج في كتاب الطبقات سليمان بن مهران الاعمش في طبقة التابعين وكذلك ذكره ابن حبان فيهم وقال انما اخرجناه في هذه الطبقة لان له لقيا وحفظا، رأى انس بن مالكؓ وان لم يصح له سماع المسند عن انسؓ وقال علي بن المديني لم يسمع الاعمش من انسؓ انما رآه رؤية بمكة يصلي خلف المقام. ...... وكذلك عد عبد الغني بن سعيد الازدي الاعمش في التابعين في جزء له جمع فيه من روى من التابعين عن عمرو بن شعيب. وكذلك عد فيهم ايضا يحيى بن ابي كثير لكونه لقي انسا وقد قال ابو حاتم الرازي انه لم يدرك احدا

اسی پر ائمہ حدیث میں سے مسلم بن الحجاج، ابی حاتم بن حبان، ابی عبد اللہ الحاکم، عبد الغنی بن سعید وغیرہ کا عمل دلالت کرتا ہے چنانچہ مسلم بن الحجاج نے "کتاب الطبقات" میں سلیمان بن مہران الاعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے اور اسی طرح ابن حبان نے بھی تابعین ہی میں ان کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے تابعین میں ان کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کی ملاقات اور حفظ ثابت ہے۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اگرچہ ان کا حضرت انسؓ سے کسی حدیث مسند کو سننا ثابت نہیں ہے۔ اور علی بن المدینی کہتے ہیں کہ اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا انھوں نے صرف مکہ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مقام ابراہیمؑ پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ...... اسی طرح عبد الغنی بن سعید الازدی نے بھی اپنے "جزء" میں جس میں انھوں نے ان تابعین کو جمع کیا ہے جنھوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے اعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے، اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے حالانکہ ابو حاتم رازی کہتے ہیں

---

[1] فتح المغیث صفحہ ۳۹۶ طبع لکھنؤ

من الصحابة الا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فانہ رآہ رویۃ ولم یسمع منہ کذا قال البخاری وابوزرعۃ ....

وذکر عبدالغنی بن سعید ایضا جریر بن حازم فی التابعین لکونہ رأی انسا۔ و قد روی عن جریر انہ قال مات انس ولی خمس سنین۔ وذکر عبدالغنی بن سعید ایضا موسی بن ابی عائشۃ فی التابعین لکونہ لقی عمرو بن حریث وقال الحاکم ابوعبداللہ فی علوم الحدیث فی النوع الرابع عشر ھم طبقات خمسۃ عشر طبقۃ اخرھم من لقی انس بن مالک رضی اللہ عنہ من اھل البصرۃ ومن لقی عبداللہ بن ابی اوفی من اھل الکوفۃ۔ ومن لقی السائب بن یزید من اھل المدینۃ۔

(الی آخر کلامہ۔)

ففی کلام ھؤلاء الائمۃ الاکتفاء فی التابعی بمجرد رؤیۃ الصحابی ولقیہ دون اشتراط الصحبۃ[1]

کہ یحیی ابن ابی کثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں پایا اور انھیں بھی صرف دیکھا ہے ان سے سماع نہیں کیا ہے۔ اور یہی بیان بخاری اور ابوزرعہ کا بھی ہے۔

اسی طرح عبدالغنی بن سعید نے جریر بن حازم کو بھی تابعین میں شمار کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ جریر سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت میری عمر پانچ سال تھی۔ عبدالغنی بن سعید نے اسی طرح موسٰی بن ابی عائشہ کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ انھوں نے عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔ اور حاکم ابوعبداللہ نے علوم حدیث کی چودھویں نوع میں کہا ہے کہ تابعین کے پندرہ طبقے ہیں ان میں آخری طبقہ اہل بصرہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے حضرت انس سے ملاقات کی تھی۔ اور اہل کوفہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے ملاقات کی تھی اور اہل مدینہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے سائب بن یزید سے ملاقات کی تھی (الی آخر کلامہ)

تابعیت کے باب میں ان ائمہ کی تصریحات میں صحابی کی رؤیت اور اس کے لقاء پر اکتفا کیا گیا صحبت کی شرط نہیں ہے۔

۹- محدثینؒ کے نزدیک تابعی ہونے کے لئے صرف کسی صحابی کا دیکھنا کافی ہے

ان تمام تصریحات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمۂ اصول حدیث اور عام محدثین تابعیت کے

---

[1] التقیید والایضاح صفحہ ۲۷۶ طبع حلب

ثبوت کیلئے صرف صحابی کی رؤیت کو کافی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی "اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ" میں فرماتے ہیں :-

ثم اعلم ان جمھور علماء اصول الحدیث علی ان الرجل بمجرد اللقی والرؤیۃ للصحابی یصیر تابعیا ولا یشترط ان یصحبہ مدۃ ولا ان ینقل عنہ روایۃ بخلاف الصحابی فان بعض الفقہاء شرطوا فی کونہ صحابیا طول الصحبۃ او المرافقۃ فی الغزوۃ او الموافقۃ فی الروایۃ ۔ [1]

پھر واضح رہے کہ جمہور علماء اصول حدیث اس طرف گئے ہیں کہ مجرد لقاء اور رؤیت صحابی سے تابعیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے اور تابعی ہونے کے لیے نہ صحابی کی صحبت میں کچھ مدت کے لیے رہنا شرط ہے اور نہ اس سے کسی روایت کا نقل کرنا۔ برخلاف صحابی کے کہ بعض فقہاء نے صحابی ہونے کے لیے طول صحبت یا کسی غزوہ میں رفاقت یا روایت میں موافقت کو شرط قرار دیا ہے۔

ہمارے خیال میں تابعی کی تعریف کے متعلق اتنی بحث کافی ہے۔ آئیے اب اس امر کا جائزہ لیں کہ اصول حدیث کے اس متعینہ فیصلہ کی روشنی میں اور تابعی کی اس مسلمہ تعریف کے مطابق آیا امام ابوحنیفہ شرفِ تابعیت کے حامل ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

اس بحث کو طے کرنے کے سلسلے میں حسب ذیل امور غور طلب ہیں :-

۱۔ امام صاحبؒ نے کتنے صحابہ کا زمانہ پایا

اول یہ کہ امام اعظمؒ نے صحابہ کا زمانہ پایا یا نہیں؟ دوئم یہ کہ انھوں نے کسی صحابی کو دیکھا یا نہیں؟ اور سوئم یہ کہ ان کی کسی صحابی سے روایت ثابت ہے یا نہیں ؟

۱۔ امام اعظمؒ نے صحابہؓ کا زمانہ پایا یا نہیں، اس کو معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ان کی تاریخ پیدائش پر نظر ڈالنی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ اس دنیا میں موجود تھے یا نہیں؟

امام صاحبؒ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ بیشتر حضرات نے جن میں علامہ خطیب بغدادی، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ شامل ہیں، آپ کا سنہ پیدائش ۸۰ھ بتایا ہے۔

---

[1] صفحہ ۸۵، طبع حلب ۔

لیکن بعض حضرات نے ۶۱ھ اور ۷۰ھ بھی بیان کیا ہے۔ علامہ محمد زاہد الکوثری کی رائے میں ۷۰ھ کی روایت کو ترجیح ہے چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب "تانیب الخطیب" میں اس پر بہت سے دلائل وشواہد دیئے ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جب بہت سے صحابہ کرام اس دنیا میں تشریف فرما تھے متعدد علماء نے ایسے تمام صحابہ کو نام بنام گنایا ہے جو اس وقت بقید حیات تھے۔

چنانچہ علامہ محدث مخدوم محمد ہاشم سندھی "اتحاف الاکابر"[1] میں فرماتے ہیں:

فمن الصحابة الذين ادركهم ابو حنيفة	چنانچہ ان صحابہ میں سے جن کو امام ابو حنیفہ نے پایا، یہ ہیں:-
الكوفي رحمه الله تعالى، عبد الله بن ابی اوفی	حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ....
رضی الله تعالى عنه .... ومنهم انس بن	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
مالك الانصاری خادم النبی صلی الله علیه وسلم	کے خادم ....
ورضی عنه .... ومنهم عمرو بن حريث	حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ ....
رضی الله تعالى عنه .... ومنهم عبد الله	حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ ..
بن الحارث بن جزء الزبيدی رضی الله تعالى	حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ....
عنه .... ومنهم عبد الله بن انيس رضی	.... حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ ....
الله تعالى عنه .... ومنهم واثلة بن	.... حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ
الاسقع رضی الله تعالى عنه .... ومنهم	.... حضرت سائب بن خلاد
سهل بن سعد الساعدی رضی الله تعالى عنه	رضی اللہ عنہ ....
.... ومنهم السائب بن خلاد بن سويد	حضرت محمود بن ربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ ....
.... ومنهم محمود بن الربيع بن سراقة	.... حضرت محمود بن لبید بن
.... ومنهم محمود بن لبيد بن عقبة	عقبہ بن رافع رضی اللہ عنہ ....

---

[1] اتحاف الاکابر کا قلمی نسخہ مولانا پیر ہاشم جان سرہندی کے کتب خانے واقع ٹنڈو سائینداد میں موجود ہے۔ ہم نے یہ عبارت "التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم" صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۳۴ سے نقل کی ہے۔

بن سافع ...... ومنهم عبد الله بن بسر	حضرت عبد اللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ ....
المازنی ...... ومنهم ابو امامة الباهلی	حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ ....
...... ومنهم وابصة بن معبد بن عتبة	حضرت وابصہ بن معبد بن عتبہ الاسدی رضی اللہ عنہ ......
الاسدی ...... ومنهم الهرماس بن	حضرت ہرماس بن زیاد بن مالک باہلی ابو حدید رضی اللہ عنہ
زیاد بن مالك الباهلی ابو حدید	.... حضرت مقدام بن معدیکرب الکندی
..... ومنهم المقدام بن معدیکرب الکندی	رضی اللہ عنہ ....
...... ومنهم عتبة بن عبد السلمی	حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ ....
.... ومنهم یوسف بن عبد الله	حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ......
بن سلام ...... ومنهم ابو الطفیل عامر	..... حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی رضی اللہ عنہ ...
بن واثلة اللیثی .... ومنهم السائب	.... حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ......
بن یزید ...... ومنهم العداء بن	.... حضرت عداء بن عطار بن خالد رضی
العطار بن خالد ...... ومنهم عکراش	اللہ عنہ .... حضرت عکراش بن ذویب
بن ذویب بن حرقوص التمیمی	بن حرقوص التمیمی رضی اللہ عنہ ....
قلت . فهؤلاء قد ادرك ابو حنیفة	میں (مخدوم) کہتا ہوں۔ یہ وہ حضرات صحابہ ہیں جن کا امام
زمنهم من الصحابة وهم احد وعشرون	ابو حنیفہ نے زمانہ پایا۔ اور یہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہوا اکیس حضرات
کما عرفت . ولو تتبع لزاد علیهم شئ ان	ہیں۔ اور اگر مزید جستجو کی جاتی تو ان شاء اللہ اس میں کچھ اور
شاء الله تعالی . (انتهی مختصراً)	اضافہ ہو جاتا ہے۔

یہ ان صحابہ کے اسماء گرامی ہیں جن کا امام صاحبؒ نے زمانہ پایا۔ اور اگرچہ ان میں سے بعض کے سنہ وفات میں اختلاف ہے لیکن بجز حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی ایسا صحابی اس فہرست میں مذکور نہیں ہے جس کی وفات ۸۰ھ سے قبل ہوئی ہو۔ البتہ ایک روایت میں صرف حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کا سنہ وفات ۸۱ھ ذکر کیا گیا ہے۔

ناظرین کی آسانی کے لیے مخدوم محمد ہاشم صاحب کی تفصیلات کو ہم ذیل کے جدول میں پیش کرتے ہیں:-

نام صحابی	سنہ وفات	جہاں وفات پائی
حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ	۸۶ھ یا ۸۷ھ	کوفہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۹۱ھ یا ۹۳ھ	بصرہ
حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ	۸۵ھ یا ۹۸ھ	کوفہ
حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ	۸۵ھ[1] یا ۸۶ھ یا ۸۷ھ یا ۸۸ھ	مصر
حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ		
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ	۸۳ھ یا ۸۵ھ	دمشق
حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ	۸۸ھ یا اس کے بعد	مدینہ
حضرت سائب بن خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ	۸۱ھ	
حضرت محمود بن الربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ	۹۹ھ	مدینہ میں مقیم تھے
حضرت محمود بن لبید بن عقبہ رضی اللہ عنہ	۹۶ھ	مدینہ میں مقیم تھے
حضرت عبداللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ	۸۸ھ یا ۹۶ھ	شام یا حمص
حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ	۸۱ھ یا ۸۶ھ	حمص
حضرت وابصہ بن المعبد بن عتبہ رضی اللہ عنہ	۹۰ھ	رقہ
حضرت ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ	۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی	یمامہ
حضرت المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ	۸۶ھ یا ۸۷ھ	شام
حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ	ولید بن عبدالملک کے زمانے میں وفات پائی۔ یاد رہے کہ ولید کی خلافت ۸۶ھ سے شروع ہوئی ہے۔	
حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ ان کی خلافت ۹۹ھ سے شروع ہوئی ہے۔	
حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ	۱۰۰ھ یا ۱۰۲ھ یا ۱۰۷ھ یا ۱۱۰ھ	مکہ یا کوفہ
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	۸۶ھ یا ۸۸ھ یا ۹۱ھ	مدینہ
حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ	یزید بن المہلب کے خروج کے وقت تک زندہ رہے۔ خیال رہے کہ یزید نے ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں خروج کیا	رخج (سجستان)
حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ	پہلی صدی کے آخیر تک زندہ رہے۔	

[1] حافظ ذہبی نے تصریح کی ہے کہ ان کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی ہے۔

حضرت امام صاحبؒ کے سنہ پیدائش اور ان صحابہ کے سنین وفات پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ امام صاحبؒ کی ان صحابہ سے ملاقات ممکن ہے۔ تاہم بھی یہ بات تحقیق طلب ہے کہ کیا امام صاحبؒ کی ان حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟

بحث کے دو پہلو ہیں ایک عقلی، دوسرا نقلی۔ عقلی طور پر تو یہ بات بڑی عجیب سی نظر آتی ہے کہ اتنے صحابہ کے ہوتے ہوئے بھی امام صاحب ان کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں اور اس عظیم شرف سے محروم رہے ہوں جب کہ آپ کے خاندان والوں کا یہ دستور بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان کے لئے دعا کراتے تھے چنانچہ آپ کے والد "ثابت" بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے فرض کیجئے بچپن میں آپ کو کسی صحابی کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا لیکن بعض صحابہ تو آپ کے سن رشد کو پہنچنے تک زندہ رہے ہیں اور حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ کا انتقال تو ۱۱۰ھ میں یا اس کے بعد ہوا ہے۔ اس صورت میں تو یہ بات اور زیادہ عجیب نظر آتی ہے کہ امام اعظم بیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی صحابہ سے شرف ملاقات کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں۔

شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ امام صاحب چونکہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے اور یہ حضرات دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہو سکی ہو لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ خود کوفہ ہی میں رہائش پذیر تھے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے یہ حج کا موقعہ ایک ایسے اجتماع کا موقع ہے جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے ہر سال ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور خاص طور پر اس دور میں حج کی طرف خصوصی توجہ کی جاتی تھی اور لوگ اس نعمت سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے فقہاء اور محدثین کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے پچیس پچاس اور ساٹھ ساٹھ حج کیے ہیں، خود امام صاحبؒ کے متعلق صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ آپ نے پچپن حج ادا فرمائے ہیں۔ حضرت امام اعظم کی کل عمر حسب قول مشہور ستر سال تھی،

اس لیے ظاہر ہے کہ بیس سال کی عمر تک آپ نے کم از کم پانچ حج ضرور ادا فرمائے ہوں گے۔ اور یہ بات تو سراسر بعید از عقل ہے کہ آپ حج کے دوران صحابہ کی زیارت سے محروم رہے ہوں بالخصوص جبکہ صحابہ خصوصی مجالس بھی منعقد کرتے تھے اور اس میں احادیث بھی بیان فرماتے تھے۔ یہ بحث تو عقلی اور امکانی حیثیت سے تھی۔

۱۲ - ائمہ نقل کے بیانات

اب نقل و روایت کی بنیاد پر امام اعظمؒ کی تابعیت کو دیکھیے۔ اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ محدثین و مؤرخین کو ہے۔ تمام تراجم و رجال کی کتابیں امام صاحبؒ کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ اور اس سلسلے میں ان کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس امر میں ہے کہ آیا آپ نے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یا نہیں؟

چنانچہ علامہ ابن البزاز کردری اپنی کتاب "مناقب الامام الاعظم" میں فرماتے ہیں؛

واتفق المحدثون علی ان اربعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا علی عھدہ فی الاحیاء، وان تنازعوا فی روایتہ عنھم۔ [1]

محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں چار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات موجود تھے۔ اگرچہ محدثین نے ان سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

علامہ احمد بن المصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ اپنی کتاب "مفتاح السعادۃ" میں فرماتے ہیں؛

ومن جھات شرفہ انہ لیس بین الائمۃ تابعی غیرہ وقد ذکر ابن الصلاح ان الامام مالکا من تبع التابعین واما ابوحنیفۃ فقد اتفق المحدثون علی ان اربعۃ من الصحابۃ کانوا علی عھد الامام فی الحیوۃ وان تنازعوا فی الروایۃ عنھم۔ [2]

من جملہ فضائل امام ابوحنیفہ ایک یہ بھی ہے کہ ائمہ متبوعین میں آپ کے علاوہ کوئی تابعی نہیں ہے۔ ابن صلاح نے امام مالک کو بھی تبع تابعین ہی میں شمار کیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ سو محدثین اس پر متفق ہیں کہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں چار صحابہ بقید حیات موجود تھے۔ اگرچہ صحابہ سے امام صاحب کی روایت کے بارے میں اختلاف ہے۔

---

[1] صفحہ ۹ جلد اول طبع حیدر آباد دکن [2] صفحہ ۶۳ جلد دوم طبع حیدر آباد دکن

اسی طرح ملا علی قاری موطا امام محمد کی شرح میں رقمطراز ہیں :

ان اباحنیفۃ تابعی بلاخلاف کما بینتہ	امام ابوحنیفہ بغیر کسی اختلاف کے تابعی ہیں۔ جیسا کہ میں نے
فی سند الانام فی شرح مسند الامام۔ انتہیٰ[1]	"سند الانام فی شرح مسند الامام" میں بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ کی تابعیت پر علماء حدیث متفق ہیں۔ چنانچہ ان کے اقوال اس سلسلے میں حسب ذیل ہیں :۔

حافظ محمد بن سعد "طبقات" میں فرماتے ہیں :۔

حدثنا الموفق سیف بن جابر قاضی واسط	ہم سے موفق سیف بن جابر قاضی واسط نے بیان کہ میں نے
قال سمعت اباحنیفۃ یقول قدم انس	ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کوفہ
بن مالک الکوفۃ ونزل النخع وکان	میں آئے اور بنوالنخع میں اترے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے
یخضب بالحمرۃ۔ وقد رأیتہ مرارًا[2]	تھے اور میں نے انھیں متعدد مرتبہ دیکھا ہے۔

حافظ دارقطنی شافعی فرماتے ہیں :

لم یلق اباحنیفۃ احدًا من الصحابۃ الا	امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی البتہ انھوں نے
انہ رأی انسًا بعینہ۔ ولم یسمع منہ۔	حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر
[3]	ان سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔

حافظ خطیب بغدادی "تاریخ بغداد"[4] میں فرماتے ہیں :

رأی ابوحنیفۃ انس بن مالک ۔	امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

حافظ سمعانی کتاب الانساب میں فرماتے ہیں :

ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت بن النعمان بن	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان نے حضرت
المرزبان رأی انس بن مالک ۔[5]	انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔

۱۳۹۵

[1] عمدۃ الاصول فی احادیث الرسول از مولانا محمد شاہ صدیقی صفحہ ۱۹ طبع دہلی۔ [2] اتحاف الاکابر بروایات الشیخ عبدالقادر از علامہ مخدوم محمد ہاشم السندھی [3] تبییض الصحیفہ بروایت حمزۃ السہمی صفحہ ۱۴۱ طبع دہلی برحاشیہ کشف الاستار۔
[4] جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۴ [5] باب الراء صفحہ ۲۴۶ طبع لیڈن

حافظ ابن عبد البر مالکی "کتاب الکنیٰ" میں فرماتے ہیں:

ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی الفقیہ صاحب الرای قیل انہ رای انس بن مالک وسمع من عبد اللہ بن الحارث بن جزء فیعد بذلک من التابعین۔[1]	امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی فقیہ صاحب الرائے ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور عبد اللہ بن الحارث بن جزء سے سماع کیا ہے لہٰذا اس بناء پر وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

اور حافظ ذہبی کی متعدد تصنیفات میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ "تذکرۃ الحفاظ"[2] میں فرماتے ہیں:

رای انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ۔ رواہ ابن سعد عن سیف بن جابر انہ سمع اباحنیفۃ یقول۔	امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ کوفہ میں آئے متعدد بار دیکھا ہے۔ اس بات کو ابن سعد نے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔

اور مناقب الامام ابی حنیفہ[3] میں فرماتے ہیں:

وکان من التابعین لہم ان شاء اللہ باحسان فانہ صح انہ رای انس بن مالک اذ قدمہا انس رضی اللہ عنہ۔	امام ابو حنیفہ انشاء اللہ تابعین باحسان میں ہیں۔ اس لیے کہ یہ بات صحیح ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک کو جب کوفہ میں آئے دیکھا ہے۔

اور "العبر فی اخبار من غبر"[4] میں رقمطراز ہیں:

رای انساً۔	امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر "البدایۃ والنہایۃ"[5] میں فرماتے ہیں:

احد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاهب	ان چار اماموں میں سے ایک ہیں کہ جن کے مذاہب کی اتباع

---

[1] التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات جلد دوم صفحہ ۳۲۳ کتاب الکنیٰ کا قلمی نسخہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری مدظلہٗ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ [2] جلد ۱ صفحہ ۱۵۸

[3] مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ صفحہ ۔ طبع مصر [4] صفحہ ۲۱۴ [5] ترجمہ ابو حنیفہ، بذیل واقعات ۱۵۰ھ

المتبوعة وهو اقدمهم وفاة لانه ادرك عصر الصحابة ورأى انس بن مالك، قيل وغيره، وذكر بعضهم انه روى عن سبعة من الصحابة. فالله اعلم.

کی جاتی ہے، اور وہ وفات کے اعتبار سے ان سب سے مقدم ہیں اس لیے کہ انھوں نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔ اور حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے ان کے علاوہ اور صحابہ کو بھی دیکھا ہے اور بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے سات صحابہ سے روایت بھی کی ہے۔ (فاللہ اعلم)

حافظ زین الدین عراقی نے مقدمہ ابن صلاح کی شرح "التقیید والایضاح" میں ان تابعین کو شمار کرتے ہوئے جنھوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے امام اعظمؒ کا نام بھی خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تابعی کی تبع تابعی سے روایت" کی بحث میں فرماتے ہیں:

الامر الثالث انه قد روى عنه جماعة كثيرون من التابعين غير هؤلاء ولم يذكرهم عبد الغني وهم ثابت بن عجلان و حسان بن عطية وعبد الله بن عبد الرحمن بن يعلى الطائفي وعبد الملك بن عبد العزيز بن جريج والعلاء بن الحرث الشامي ومحمد بن اسحق بن يسار و محمد بن جحادة ومحمد بن عجلان و ابو حنيفة النعمان بن ثابت۔ [1]

تیسری بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے علاوہ تابعین کی ایک اور بڑی جماعت نے بھی عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے جن کو عبدالغنی بن سعید نے ذکر نہیں کیا ہے۔ ان میں ثابت بن عجلان، حسان بن عطیہ، عبداللہ بن عبدالرحمن بن یعلی الطائفی، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج، علاء بن الحرث الشامی، محمد بن اسحاق بن یسار، محمد بن جحادہ، محمد بن عجلان اور ابوحنیفہ النعمان بن ثابت شامل ہیں۔

۱۳ - ثبوتِ تابعیت کے باب میں حافظ ولی الدین عراقی کا فتویٰ

حافظ زین الدین عراقی کے صاحبزادے حافظ ولی الدین عراقی کا فتویٰ بھی اس کی تائید میں موجود ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی تبییض الصحیفہ میں ناقل ہیں:

ووقفت على فتيا رفعت الى الشيخ ولی

میں اس فتویٰ پر مطلع ہوا جو شیخ ولی الدین عراقی کی خدمت

---

[1] صفحہ ۲۰۰ طبع حلب۔

الدین العراقی صورتها هل روی ابو حنیفة عن احد من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وهل یعد من التابعین ام لا؟ فاجاب بمانصه الامام ابوحنیفة لا یصح له روایة عن احد من الصحابة وقد رأی انس بن مالک فمن یکتفی فی التابعی بمجرد رؤیة الصحابی یجعله تابعیا ومن لا یکتفی بذلک لا یعده تابعیا۔ [1]

میں پیش کیا گیا تھا۔ جس میں یہ سوال تھا کہ کیا ابوحنیفہؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے اور کیا وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں یا نہیں؟ تو انھوں نے ان الفاظ میں جواب دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کی کسی صحابی سے روایت صحیح نہیں ہے، البتہ انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ لہٰذا جو حضرات تابعیت میں مجرد دید صحابی کو کافی سمجھتے ہیں وہ انھیں تابعی ہی قرار دیں گے اور جو اس امر کو کافی نہیں سمجھتے وہ انھیں تابعی نہ شمار کریں گے

حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں امام ابوحنیفہؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

رأی انساً و روی عن عطاء بن ابی رباح۔

امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے۔

۱۴۔ حافظ ابن حجر کا تفصیلی فتویٰ

نیز اسی سلسلہ میں حافظ ابن حجر کا تفصیلی فتویٰ بھی موجود ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی تبییض الصحیفہ میں فرماتے ہیں:

ورفع هذا السوال الی الحافظ ابن حجر فاجاب بمانصه ادرک الامام ابوحنیفة جماعة من الصحابة لانه ولد بمکة [2] سنة ثمانین من الهجرة وبها یومئذ من الصحابة عبدالله بن ابی اوفی فانه مات بعد ذلک بالاتفاق وبالبصرة یومئذ انس بن مالک ومات سنة تسعین او بعدها وقد اورد ابن سعد بسند لا باس به ان اباحنیفة رأی انساً و

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا سوال حافظ ابن حجر کے سامنے اٹھایا گیا تو انھوں نے مندرجہ ذیل جواب دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے۔ اس لیے کہ آپ کی کوفہ میں ۸۰ھ میں ولادت ہوئی ہے اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ موجود تھے۔ اس لیے کہ بالاتفاق ان کی وفات ۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے اور ان دنوں بصرہ میں انس بن مالکؓ موجود تھے اس لیے کہ ان کی وفات ۹۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی ہے۔ اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے یہ

[1] صفحہ ۱۳۱ برحاشیہ الیانع الجنی۔

[2] کذا وقع والصحیح بالکوفة

كان غير هذين في الصحابة بعدة من البلاد احياء وقد جمع بعضهم جزءا فيما ورد من رواية ابي حنيفة عن الصحابة لكن لا يخلو اسناده من ضعف.

والمعتمد على ادراكه ما تقدم وعلى رؤيته لبعض الصحابة ما اورده ابن سعد في الطبقات فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لاحد من ائمة الامصار المعاصرين له كالاوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة ومسلم بن خالد الزنجي بمكة والليث بن سعد بمصر. والله اعلم.

هذا آخر ما ذكره الحافظ ابن حجر[1]

بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے نیز ان دونوں حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہؓ مختلف شہروں میں بقید حیات موجود تھے۔ اور بعض علماء نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کے بارے میں مختلف جزء جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہیں۔

امام صاحبؒ کے ادراکِ صحابہ کے باب میں قابلِ اعتماد وہ امر ہے جو گزر چکا اور بعض صحابہ کی رؤیت کے بارے میں قابلِ اعتماد وہ روایت ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے لہذا اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ تابعین کے طبقے میں سے ہیں اور یہ مرتبہ دوسرے شہروں میں بسنے والے آپ کے ہم عصر ائمہ میں سے کسی ایک کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔ جیسے امام اوزاعی کو جو شام میں تھے اور حمادین (امام حماد بن سلمہ اور امام حماد بن زید) کو جو بصرہ میں تھے۔ اور امام ثوری کو جو کوفہ میں تھے اور امام مالک کو جو مدینہ میں تھے۔ اور امام مسلم بن خالد زنجی کو جو مکہ میں تھے۔ اور امام لیث بن سعد کو جو مصر میں تھے۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر کی عبارت یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے معاصر حافظ ابن الوزیر الیمانی العواصم والقواصم میں فرماتے ہیں:[2]

---

[1] صفحہ ۱۳۲ برحاشیہ ابانۃ الغنی

[2] التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات صفحہ ۳۲۱ جلد ۲ - وزیر یمانی کی یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں ہے اور اس کا قلمی نسخہ صاحب التعلیقات کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے جس پر یمن کے بہت سے اکابر علماء کی تحریریں ہیں، جن میں امام شوکانی اور ان کے بیٹے احمد شوکانی کی تحریریں بھی شامل ہیں۔

۱۵۔ حافظ ابن وزیر الیمانی کی تصریح

وکان الامام ابوحنیفۃ رحمہ اللہ من اھل اللسان القویمۃ واللغۃ الفصیحۃ فقد ادرک زمان العرب وعاصر جریرا و الفرزدق ورأی انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتین وقد توفی انس رضی اللہ عنہ سنۃ ثلاث وتسعین من الھجرۃ۔ والظاھران ابا حنیفۃ مارآہ وھو فی المھد وانما رآہ بعد التمییز۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اہل زبان تھے ان کی زبان درست اور فصیح تھی، انھوں نے اہل عرب کا زمانہ پایا۔ جریر اور فرزدق کے معاصر رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دو مرتبہ زیارت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو گہوارے میں نہیں دیکھا بلکہ ہوش اور تمیز کے بعد دیکھا ہے۔

اور امام یافعی مرآۃ الجنان میں ۱۵۰ھ کے حادثات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فیھا توفی فقیہ العراق الامام ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی مولدہ سنۃ ثمانین رأی انسا رضی اللہ عنہ۔

۱۵۰ھ میں عراق کے فقیہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کا انتقال ہوا ان کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

اور حافظ ابن حجر کے خصوصی شاگرد حافظ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں:

وفی الخمسین ومائۃ من السنین الامام المقلَّد احد من عُدّ فی التابعین ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی قضی ای مات۔ [۱]

اور ۱۵۰ھ میں وہ امام جن کی تقلید کی جاتی ہے اور جو تابعین میں شمار کیے جانے والوں میں سے ایک ہیں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی نے قضا کی۔

اور امام قسطلانی بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

ابن ابی اوفیٰ عبداللہ الصحابی بن الصحابی وھو آخر من مات من الصحابۃ بالکوفۃ سنۃ سبع وثمانین وقد کف بصرہ وقیل وقد رآہ ابوحنیفۃ وعمرہ سبع سنین۔ [۲]

ابن ابی اوفیٰ عبداللہؓ جو صحابی ابن صحابی ہیں۔ کوفہ میں وفات پانے والے صحابہ میں یہ سب سے آخر شخص ہیں جنھوں نے ۸۷ھ میں وفات پائی۔ (آخر عمر میں) ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے سات سال کی عمر میں ان کو دیکھا تھا۔

---

[۱] صفحہ ۴۰۲، طبع لکھنؤ [۲] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری از علامہ قسطلانی باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ طبع نولکشور لکھنؤ۔

علامہ ابن حجر مکی "الخیرات الحسان" میں امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں :

وحینئذ فھو من اعیان التابعین الذین شملھم قولہ تعالیٰ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔

لہٰذا اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ ان اعیان تابعین میں سے ہیں جو اس آیۂ کریمہ کے تحت آتے ہیں "والذین اتبعوھم"

۱۲۔ طحطاوی پر بیجا تنقید

حضرت امام اعظمؒ کی تابعیت کے اثبات میں ہم نے جن غیر حنفی علماء کے اقوال نقل کیے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن پر علم حدیث کا دارومدار ہے اور جو بالاتفاق ائمہ نقل میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان حضرات کے اقوال خصوصیت سے اس لیے ذکر کیے گئے کہ مخالفین یہ کہہ کر امام صاحبؒ کی تابعیت کو رد نہ کر دیں کہ "یہ علماء اہل نقل" نہیں ہیں۔ کیونکہ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کسی حنفی عالم سے کوئی بات نقل کی گئی تو فوراً یہ کہہ کر اس کی تردید کر دی جاتی ہے کہ یہ حضرات ائمہ نقل میں سے نہیں ہیں۔ چنانچہ سرآمد علمائے اہل حدیث میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "معیار الحق" میں امام صاحب کی تابعیت کو تسلیم نہ کرنے کے لیے اسی بات کی آڑ لی ہے، اور علامہ طحطاوی حنفی جیسے جلیل القدر حضرات کے بارے میں اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں :

> لاکن ملاقات انسؓ اور عبداللہؓ کی جس پر قول طحطاوی کا نقل کیا ہے وہ بھی حقیقت میں مجرد از شاہد و بینہ ہے اس لیے کہ طحطاوی اور مثل اس کے ائمہ نقل سے نہیں ہیں اور قول ان کا ایسے دعاوی کو مثبت نہیں ہو سکتا جب تک کہ ائمہ نقل سے روایت متصل نہ ہو۔"[۱]
>
> طحطاوی و من شلہ کا قول امام صاحب کو تابعی نہیں کر سکتا جب تک کہ ائمہ نقل سے ثبوت نہ پہنچے۔"[۲]

اس امر کے پیش نظر ہم نے ابن سعد، دار قطنی، خطیب بغدادی، ابن عبدالبر، ذہبی، ابن کثیر، عراقی، ابن حجر و غیرہم کے اقوال نقل کیے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کا حنفیت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے بلکہ دار قطنی اور خطیب بغدادی کا احناف کے ساتھ جو طرز عمل ہے اس کے بیان کرنے کی

---

[۱] صفحہ ۱۲ طبع مصر [۲] معیار الحق صفحہ، طبع مطبع رحمانی دہلی ۱۳۵۲ھ [۳] معیار الحق صفحہ ۸

حاجت ہی نہیں ہے اس لیے بجا طور پر ان حضرات سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ انھوں نے امام صاحبؒ کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا ہوگا۔ اور ان کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے غلط روایات بیان نہ کی ہوں گی۔

ایک بار پھر غور کر لیجیے ابن سعدؒ، دار قطنیؒ، ابن عبد البرؒ، خطیب بغدادیؒ، سمعانیؒ، ذہبیؒ، ابن کثیرؒ، عراقیؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، وزیر الیمانیؒ، سخاویؒ، ان میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کا شمار اپنے عہد کے نامور حفاظ حدیث میں نہ ہو۔ پھر حافظ ابن سعد نے امام صاحب کی متعدد بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے کو بسند متصل نقل کیا ہے اور حافظ شمس الدین ذہبی نے فانہ صح فرما کر اس روایت کی تصحیح پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بسند لا باس بہ کہہ کر اس روایت پر سے ہر قسم کے اعتراض کو دفع کر دیا ہے۔

۱۷۔ میاں نذیر حسین کا امام صاحب کی تابعیت سے انکار

جیسا کہ ابتدا میں تحریر کیا جا چکا ہے، اردو میں امام صاحب کی تابعیت کی تردید سب سے زیادہ شد و مد سے حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے فرمائی ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں میاں الحق کے علاوہ ان کی اور کوئی قابل ذکر کتاب نہیں مل سکی۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ "حسن البیان[1] فی مافی سیرۃ النعمان" جو مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان کے جواب میں لکھی گئی ہے اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے نامور شاگرد مولانا عبد العزیز محمدی کی تصنیف ہے، اس میں امام صاحبؒ کی تابعیت کی بحث کو سرے سے چھیڑا ہی نہیں گیا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصنف حسن البیان اس سلسلے میں مولانا شبلی کے دلائل کا لوہا مان گئے، ورنہ جس مسئلہ پر استاذ نے اتنا زور قلم دکھایا ہے ان کی افتاد طبع سے بعید تھا کہ وہ اس پر بغیر کلام کیے گزر جاتے۔

۱۸۔ میاں نذیر حسین صاحب کے پیش کردہ دلائل پر ایک نظر

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں جناب میاں صاحب کے بیان کردہ دلائل پر ایک نظر ڈال لی جائے اور ان کا جائزہ لے کر ان کی حیثیت واضح کر دی جائے۔

حضرت میاں صاحب نے تابعیت کے اثبات میں پیش کردہ روایات کو احادیث موضوعہ

---

[1] حسن البیان کا جواب مولانا عبد الحمید صاحب مفتی ریاست ٹونک راجپوتانہ نے فضائل النعمان کے نام سے لکھا ہے جو ۱۳۱۲ھ میں مطبع شاہجہانی آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

سلفہ اور قصہ واہیات قرار دیا ہے[1] اور فرمایا ہے کہ "اکثر ائمہ نقل امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کے قائل نہیں"[2] اپنے دعوے کے ثبوت میں حضرت میاں صاحبؒ نے جن ائمہ نقل کے حوالے دیئے ہیں، وہ یہ حضرات ہیں :-

۱۔ شیخ محمد طاہر حنفی صاحب مجمع البحار ۲۔ ملا علی قاری

۳۔ علامہ محمد اکرم حنفی ۴۔ علامہ سخاوی

۵۔ علامہ ابن خلکان ۶۔ امام نووی

مگر تحقیق کا یہ نرالا انداز اختیار کیا ہے کہ ہر مصنف کی وہ عبارت نقل کر دی جس کو اپنے مدعا کے لیے مفید سمجھا اور جو عبارت اپنے مدعا کے خلاف پائی اسے نظر انداز کر دیا۔ یہ بالکل وہی انداز ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کو لے لیا جائے اور وَاَنْتُمْ سُکَارٰی کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے میاں صاحب کی اس تحقیق انیق کا نمونہ درج ذیل ہے :-

۱۔ فرماتے ہیں :

"یہ چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے لاکن ملاقات امام صاحب کی ان میں سے کسی سے یا روایت کرنی ان سے نزدیک اکثر ائمہ نقل کے ثابت نہیں ہوتی چنانچہ شیخ ابن[3] طاہر حنفی صاحب مجمع البحار جن کی تحقیق سے فن حدیث و اخبار میں علما خوب

---

[1] و [2] معیار الحق صفحہ ۶

[3] مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی کی تحقیق کے مطابق یہ "ابن طاہر" نہیں بلکہ خود "محمد طاہر" ہیں۔ چنانچہ وہ "السعی المشکور فی رد المذہب المأثور" میں رقمطراز ہیں۔

"اس میں تسمیہ میں غلطی ہو گئی۔ "ابن طاہر" نہیں خود وہ "طاہر" ہے اور وہی مصنف "قانون الموضوعات" و "مغنی" و "مجمع البحار" ہے۔ "شرح قانون" میں خود لکھتا ہے : اما بعد فیقول افقر عباد اللہ الغنی محمد طاہر بن علی الھندی الفتنی الخ۔ اور غلام علی آزاد نے "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" میں اور عبدالقادر عیدروس نے "النور السافر فی اخبار القرن العاشر" میں اور عبدالقادر بداونی نے "منتخب التواریخ" میں بھی ان کا نام محمد طاہر لکھا۔ ان کتب کو ملاحظہ فرمائیے۔ اور میں نے ترجمہ ان کا

واقف ہیں "تذکرۃ الموضوعات" میں فرماتے ہیں :

"وکان فی ایام ابی حنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک بالبصرۃ وعبداللہ بن ابی اوفیٰ بالکوفۃ وسہل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابوطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق واحدا منہم ولا اخذ عنہ واصحابہ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنہم ولم یثبت ذلک عند اہل النقل (انتھیٰ کلامہا)

ترجمہ بطریق اختصار کے۔ چاروں صحابی امام کے زمانے میں موجود تھے لاکن ملاقات امام کی ان میں سے ایک سے بھی ثابت نہیں نزدیک ائمہ نقل کے۔ انتھیٰ [۱]

بیشک یہ عبارت "تذکرۃ الموضوعات" میں "جامع الاصول" کے حوالے سے موجود ہے لیکن ابھی صفحہ پر چند سطر پہلے یہ بھی مرقوم ہے :

قال الدارقطنی لم یلق ابوحنیفۃ احدا من الصحابۃ انما رای انسا بعینہ ولم یسمع منہ۔ [۲]

دارقطنی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی ہے البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بچشم خود زیارت کی ہے لیکن ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

مزید لطف یہ ہے کہ خود جناب میاں نذیر حسین صاحب نے بھی "معیار الحق" میں آگے چل کر جہاں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی روایت کے ثبوت پر کلام کیا ہے "تذکرۃ الموضوعات" کی وہ ساری عبارت جو ان کی روایت سے متعلق ہے بتمامہا نقل کردی مگر دارقطنی کی

"التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ" میں لکھا ہے۔ اس کو بھی دیکھ لیجیے۔ (صفحہ ۳۷

۲۴۔ طبع مطبع شوکت اسلام لکھنؤ ۱۳۱۱ھ)

واضح رہے کہ السعی المشکور مولانا محمد بشیر سہسوانی کی کتاب المذہب الماثور کا رد ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اخبار الاخیار میں ان کا تذکرہ محمد طاہر ہی کے نام سے کیا ہے۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خان نے بھی ابجد العلوم میں ان کو محمد طاہر ہی لکھا ہے۔

[۱] معیار الحق صفحہ ۵-۶

[۲] تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۱۱۱ طبع منیریہ مصر ۱۳۴۳ھ باب الائمۃ الاربعۃ

اس تصریح کے ذکر سے گریز فرمایا۔ چنانچہ ہم تذکرۃ الموضوعات کی پوری عبارت ذیل میں درج کیے دیتے ہیں۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمالیں :

"فی الذیل حدثنی عبداللہ بن احمد الشعیثی حدثنا اسمعیل بن محمد حدثنا احمد بن الصلت الحمانی حدثنا محمد بن سماعة عن ابی یوسف عن ابی حنیفة قال حججت مع ابی ولی ست عشرة سنة فمررنا بحلقة فاذا رجل فقلت من ھذا؟ قالوا عبداللہ ابن الحارث بن جزء فتقدمت الیہ فسمعتہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ تعالی ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب۔ فی المیزان ھذا کذب۔ فابن جزء مات بمصر ولابی حنیفة ستة سنین۔ والآفة من الحمانی۔ قال ابن عدی ما رأیت فی الکذابین اقل حیاء منہ۔ قال الدارقطنی کان یضع الحدیث، وقع لنا ھذا الحدیث من وجہ آخر وھو باطل ایضا واخرجہ ابن الجوزی فی الواھیات۔ قال الدارقطنی لم یلق ابوحنیفة احدا من الصحابة انما رأی انسا بعینہ ولم یسمع منہ۔"

میاں صاحب نے یہ عبارت معیار الحق میں اخرجہ ابن الجوزی فی الواھیات تک نقل کر کے آگے انتہی کہہ دیا ہے اور خط کشیدہ عبارت جو مدعی کے خلاف تھی حذف کر دی ہے۔[1]

یہی عبارت آگے چل کر حضرت میاں صاحب نے شیخ محمد طاہر مذکور کی دوسری کتاب مجمع البحار سے بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

"و شیخ ابن طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں :

وابو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطا بن ماہ الامام الکوفی مولی تیم اللہ بن ثعلبة وھو من رھط حمزة الزیات وکان خزازا یبیع الخز وکان جدہ من اھل کابل او بابل مملوکا لبنی تیم فاعتقہ وقال اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفة نحن من ابناء فارس من الاحرار ما وقع علینا رق ولد جدی سنة

[1] معیار الحق صفحہ ۱۳ و ۱۴

ثمانين و ذهب به[1] الى على وهو صغير فدعا له بالبركة فيه وفى ذريته ومات ببغداد

ے واضح رہے کہ مجمع البحار کا اصل مأخذ جامع الاصول ہے۔ جامع الاصول میں قاضی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں:-

اسمعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من ابناء فارس من الاحرار والله ما وقع علينا رق قط ولد جدى فى سنة ثمانين وذهب ثابت الى على بن ابى طالب وهو صغير فدعا له بالبركة فيه وفى ذريته ونحن نرجو ان يكون الله قد استجاب ذلك لعلى فينا۔

میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں ہم اہل فارس کے آزاد خاندان سے ہیں۔ خدا کی قسم ہم کبھی غلام نہیں رہے۔ میرے دادا (امام ابو حنیفہؒ) ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور (ان کے والد) ثابت صغر سنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ ہمیں امید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمارے حق میں حضرت علیؓ کی دعا قبول فرمائی ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی نے اس عبارت کی جب تلخیص کی تو ذھب ثابت کی بجائے ذھب بہ نقل کیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے اصل نسخہ منقول عنہ ہی میں غلطی ہو۔ میاں صاحب کو یہاں سے نکتہ ہاتھ لگا۔ موصوف کی طبع نازک پر یہ بھی گراں ہے کہ امام صاحب کو آزاد نسل سے شمار کیا جائے۔ ان کا جی چاہتا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو امام عالی مقام کی نسل پر غلامی کا داغ لگ جائے تو اچھا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد میاں صاحب نے یہ نکتہ آفرینی فرمائی ہے۔

اقول نقل الشيخ مقولة اسمعيل بن حماد بن ابى حنيفة تعريض عليه وتنبيه على كذبه بناء على التحقيق فانه مقولته متضمنة على حرية اصله والمحقق الرق كما صرح به الشيخ آنفا والحافظ ابن حجر

میں کہتا ہوں۔ شیخ ابن طاہر نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کا جو یہ قول نقل کیا ہے وہ بطور تعریض ہے تاکہ ان کے جھوٹ پر تنبیہ ہو اور تعریض مبنی بر تحقیق ہے۔ اسماعیل کا بیان اس امر پر متضمن ہے کہ وہ اپنے خاندان کے اعتبار سے آزاد تھے۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ غلام تھے جیسا کہ شیخ ابن طاہر

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

سنة خمسين ومائة على الاصح وكان في ايامه اربعة من الصحابة انس بن مالك

(حاشیہ از صفحہ گزشتہ)

في التقريب والامام النووي في التهذيب و العلامة ابن خلكان في وفيات الاعيان وغيرهم.

ومشتملة على ان الامام اباحنيفة جده اسمعيل ذهب به الى على رضي الله تعالى عنه فدعا له بالبركة وهو خلاف التحقيق عند هؤلاء الاربعة وغيرهم، من كافة المسلمين بل هو لم يقل به احد من الجهلاء فما ظنك بالعلماء، لان عليا مات قبل ولادة الامام باربعين سنة كما صرح به العسقلاني في التقريب وغيرهم. فافهم.

لا يتوهم ان مراد اسمعيل من الجد الذي ذهب به الى على يحتمل ان يكون جدا اعلى لان اسمعيل يعني بالجد الجد الذي مات ببغداد سنة خمسين ومائة كما يدل عليه كلامه

ابھی تصریح کر چکے ہیں۔ اور اسی طرح حافظ ابن حجر نے تقریب میں اور امام نووی نے تہذیب میں اور علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اور دیگر علماء نے بھی تصریح کی ہے۔

نیز اسماعیل کا بیان اس امر پر مشتمل ہے کہ ان کے دادا امام ابوحنیفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے جایا گیا تھا اور حضرت علیؓ نے ان ہی کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ یہ بات نہ صرف مذکورہ چاروں علماء بلکہ تمام مسلمانوں کے نزدیک خلاف تحقیق ہے بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی جاہل بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کوئی عالم ایسی بات زبان سے نکالے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا امام صاحب کی ولادت سے چالیس سال قبل انتقال ہو چکا ہے جیسا کہ عسقلانی نے تقریب میں اور دیگر علماء نے تصریح کی ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے۔

کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اسماعیل کی مراد ان جد سے جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا جد اعلیٰ ہے۔ اسماعیل نے جد سے اسی جد کو مراد لیا جن کا انتقال ۱۵۰ھ میں بغداد میں ہوا ہے۔ چنانچہ ان کے کلام سے یہی پتہ چلتا ہے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عہ قاضی اسماعیل کا بیان علامہ محمد طاہر نے میاں صاحب جیسے خوش فہم حضرات کے مغالطہ کو دور کرنے ہی کے لیے نقل کیا تھا کہ اہل خاندان کی تصریح ہوتے دوسروں کی باتوں کا کیا اعتبار۔ مگر میاں صاحب نے اس کو الٹا سمجھا۔ اس کا کیا علاج؟

وعبداللہ بن ابی اوفیٰ وسہل بن سعد وابو الطفیل و لم یلق احدا منھم ولا

(حاشیہ نمبر ۲ گذشتہ)

وھو لیس الا ابا حنیفۃ ۔ (مجالس المحق صفحہ ۲۰۰) اور وہ ابو حنیفہؒ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہاں حضرت میاں صاحب کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ وہ امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کو کذب سے متہم کر رہے ہیں حالانکہ تاریخ و رجال کی کسی کتاب میں ان پر کذب کا اتہام نہیں لگایا گیا ہے ان پر جو جرح ہے وہ کذب یا سوء حفظ کی بنا پر نہیں بلکہ اختلافِ عقیدہ کی بناء پر ہے۔ یہ تہمت میاں صاحب کی طبع زاد ہے۔

نبیرۂ امام اعظمؒ قاضی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کا یہ بیان تاریخ کی تمام کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے جس طرح ہم نے جامع الاصول کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو بسندِ متصل قاضی اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب، امام نووی کی تہذیب الاسماء واللغات، علامہ ابن خلکان کی وفیات الاعیان تینوں کتابوں میں قاضی اسماعیل کا یہ بیان موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت ثابت امام صاحب کے والد محترم گئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی۔

تہذیب التہذیب تو بیشک میاں صاحب نے نہیں دیکھی مگر نووی کی تہذیب الاسماء اور ابن خلکان کی تاریخ تو ان کے پیش نظر ہے، تعجب ہے کہ تاریخ ابن خلکان اور تہذیب الاسماء کو پڑھ کر بھی میاں صاحب پر یہ بات واضح نہ ہو سکی کہ مجمع البحار میں نقل شدہ عبارت میں سہو ہو گیا اور ذھب ثابت کے بجائے ذھب بہ لکھ دیا گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ غلطی مجمع البحار کے مصنف کی نہ ہو بلکہ ناسخ کی ہو۔ تقریب ابن حجر، تہذیب الاسماء نووی، تاریخ ابن خلکان ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی امام صاحب کی رقیت کو محقق نہیں بتایا گیا۔

اور مجمع البحار کی عبارت تو ناظرین کے سامنے ہی ہے۔ البتہ ان کتابوں میں امام صاحب کے نسب کے بارے میں اختلاف مذکور ہے لیکن امام صاحب کے نسب کو خود امام صاحب اور ان کے اہلِ خاندان جتنا جانتے ہیں کوئی دوسرا کیا جانے۔ قاضی اسماعیل کا بیان نقل کیا جا چکا ہے، اب امام اعظم رحمہ اللہ کا بیان ملاحظہ ہو۔

قاضی وکیع محمد بن خلف بن حیان المتوفی ۳۰۶ھ لکھتے ہیں:

اخذ عنه. واصحابه يقولون انه لقى جماعة من الصحابة وروى عنهم ولا يثبت ذلك عند اهل النقل ؛ (معیار الحق صفحہ ۹)

یہ صحیح ہے کہ مجمع البحار میں یہ عبارت موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دارقطنی کی مذکورہ بالا تصریح بھی موجود ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تذکرۃ الموضوعات میں اسی صفحہ پر یہ عبارت ہے اور مجمع البحار میں دوسرے مقام پر۔ چنانچہ مجمع البحار کی عبارت درج ذیل ہے :

و ح ابی حنیفة قال حججت مع ابی ولی ست عشرة سنة فمررنا بحلقة فيه عبد الله بن جزء فسمعته منه ح "من تفقه فی دین الله کفاه الله همه ورزقه من حیث لا یحتسب" هو كذب فابن جزء مات بمصر ولابی حنیفة ستة سنين . الدار قطنی

امام ابو حنیفہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سولہ سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ ہمارا گزر ایک ایسے حلقہ پر ہوا جس میں حضرت عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ میں نے ان سے یہ حدیث سنی کہ "جس نے اللہ کے دین میں تفقہ پیدا کر لیا اللہ تمام غموں کے مقابلہ میں اس کے لیے کافی ہوگا اور اس کو اس طرح سے رزق دے گا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا" یہ بات درست نہیں۔ اس لیے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اخبرنی عبد الله بن عمرو بن ابی سعید قال حدثنی ابراهيم بن المنذر الحزامی قال ابو عبد الرحمن المقبری عبد الله بن یزید قال لی ابو حنیفة ممن انت وقلت من اهل جرجسان قال فما یمنعك ان تنتمی الی بعض هذه العرب فانی کنت رجلا من اهل الارض فانضممت الی هذا الحی من بكر بن وائل فوجدتهم قوم صدق . لـه

ابو عبد الرحمن المقری عبداللہ بن یزید کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ نے مجھ سے میری اصل کے بارے میں استفسار کیا۔ میں نے عرض کیا میں خوزستان کا باشندہ ہوں۔ اس پر امام صاحب نے کہا تم عرب کے کسی قبیلہ کی طرف کیوں منسوب نہیں ہو جاتے۔ میں بھی اسی زمین کا باشندہ ہوں۔ میں نے بکر بن وائل کے قبیلہ سے اپنا الحاق کر لیا اور اس قوم کو کھرا پایا۔

معلوم ہوا کہ امام صاحب کا تعلق بنو بکر بن وائل سے ولاء موالات کا تھا یعنی ان سے دوستی کا عہد و پیمان تھا غلامی کا تعلق نہ تھا۔ مولیٰ کے معنیٰ لغت عرب میں حلیف کے بھی آتے ہیں۔ میاں صاحب اسی پر خوش ہیں کہ مولیٰ کے معنیٰ غلام کے ہیں۔

ھ کذا لوقع والصحیح المقری ۔ ہ کذا ولعل الصحیح خوزستان ۔ لہ اخبار القضاۃ صفحہ ۱۲۱ جلد ۲ طبع مطبع السعادۃ مصر ۱۳۶۶ھ

لم يلق ابو حنيفة احدا من الصحابة انما رأى انسا[1] بعينه ولم يسمع منه. ويتمه في آخر الخاتمة.

کہ ابن جزء رضی اللہ عنہ کا مصر میں اس وقت انتقال ہوا ہے جبکہ امام صاحب کی عمر چھ سال تھی۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔ البتہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ پوری بحث خاتمہ کے آخر میں آ رہی ہے۔

محدث محمد طاہر پٹنی تذکرۃ الموضوعات اور مجمع البحار دونوں کتابوں میں دارقطنی کا یہ قول امام سیوطی کی مشہور کتاب "ذیل اللآلی المصنوعۃ" سے نقل کرتے ہیں۔ "ذیل اللآلی" عرصہ ہوا مطبع علوی لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔ ہم نے اصل کتاب سے مراجعت کی، اس کے صفحہ ۴۳ پر دارقطنی کی یہ تصریح موجود ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ محدث محمد طاہر پٹنی کی اس باب میں اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے۔ وہ روایت اور رؤیت دونوں کے بارے میں دوسروں سے ناقل ہیں۔ دارقطنی کا یہ قول کہ "امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی"، امام سیوطی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور یہ بات کہ صحابہ سے ان کو حدیث کی روایت نہیں جامع الاصول سے نقل کر رہے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ امام سیوطی اور صاحب جامع الاصول علامہ مجد ابن الاثیر دونوں ہی امام صاحب کی تابعیت کے قائل ہیں چنانچہ علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابوحنیفہ میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ذکر من ادرکہ من الصحابۃ رضی اللہ عنھم   یعنی ان صحابہ کا ذکر جن کو امام ابوحنیفہ نے پایا ہے۔

اور اس عنوان کے تحت امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری الشافعی کا وہ پورا جزء نقل کر دیا ہے جو صحابہ سے امام صاحب کی روایت کے اثبات پر مشتمل ہے اور پھر اسی عنوان کے تحت امام صاحب کی تابعیت کے ثبوت میں شیخ ولی الدین عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے فتاوی

---

[1] مجمع البحار صفحہ ۱۵ جلد ۲ طبع نولکشور ۱۳۱۴ھ

نقل کیے ہیں۔ ؎۵

اور حافظ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں الفرع الثانی فی التابعین کے زیر عنوان ہی امام صاحب کا تذکرہ کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ امام صاحب کی تابعیت کا اثبات کرتے ہیں۔

اب ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ جب محدث مجدابن الاثیر جزری اور علامہ جلال الدین السیوطی خود امام صاحب کو تابعی مانتے ہیں تو علامہ محمد طاہر پٹنی کو ان کی تحقیق سے کس طرح انکار ہو سکتا ہے

۲۔۳۔۴۔ میاں صاحب فرماتے ہیں:

ملا علی قاری نے بیچ شرح نخبۃ الفکر کے لکھا ہے علامہ سخاوی صاحب مقاصد الحسنہ سے کہ قول معتمد اور صحیح یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ کو کسی صحابی سے روایت کرنی ثابت نہیں۔ اور ایسا ہی ذکر کیا علامہ محمد اکرم حنفی نے بیچ حاشیہ نخبۃ الفکر کے علامہ سخاوی سے۔ ؎۶

بلاشبہ یہ دونوں حوالے صحیح ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ علامہ سخاوی کے نزدیک قول معتمد یہی ہے کہ امام صاحب کی روایت کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ لیکن اس سے میاں صاحب کا اصل مدعا جو امام صاحب کے تابعی ہونے کی نفی ہے کب ثابت ہوا۔ محدث سخاوی کی جس کتاب سے ملا علی قاری اور علامہ محمد اکرم حنفی سندھی نے قول مذکور نقل کیا ہے اس میں خود امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ ہم سابق میں ان کے یہ الفاظ نقل کر چکے ہیں کہ

احد من عد من التابعین الخ

یعنی امام ابو حنیفہؒ بھی ان حضرات میں سے ہیں جن کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

اور جب علامہ سخاوی نے امام کے تابعی ہونے کی صاف الفاظ میں تصریح کر دی تو اب اس سے انکار کی کیا گنجائش رہی۔ پھر میاں صاحب کا یہ طرز عمل بھی خوب ہے کہ "عالی اور نازل" کی بحث میں تو انھوں نے ملا علی قاری حنفی اور علامہ محمد اکرم حنفی کی شرح شرح نخبہ کو ملاحظہ فرما لیا لیکن ان دونوں حضرات نے تابعی کی بحث میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس سے بالکل صرف نظر فرمایا،

؎۵ ملاحظہ ہو تبییض الصحیفہ صفحہ ۱۳۱ ؎۶ معیار الحق صفحہ ۹

محدث ملا علی قاری تابعی کی تعریف پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

التابعی ہو من لقی الصحابی هذا هو المختار قالہ العراقی وعلیہ عمل الاکثرین وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الصحابی والتابعی بقولہ "طوبی لمن رآنی ولمن رأی من رآنی" فاکتفی بمجرد الرؤیۃ قلت وبہ یندرج الامام الاعظم فی سلک التابعین فانہ قد رأی انساً وغیرہ من الصحابۃ علی ما ذکرہ الشیخ الجزری فی اسماء رجال القراء والتوربشتی فی تحفۃ المسترشد وصاحب کشف الکشاف فی سورۃ المؤمنین وصاحب مرأۃ الجنان وغیرہم من العلماء المتبحرین فمن نفی انہ تابعی فاما من التتبع القاصر او التعصب الفاتر۔[3]

تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔ تابعی کی یہی تعریف پسندیدہ ہے۔ عراقی نے کہا ہے اسی پر اکثر حضرات کا عمل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی اور تابعی کی طرف اپنے اس فرمان کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے کہ "خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور میرے دیکھنے والے کو دیکھا"۔ اس حدیث میں بھی مجرد رؤیت پر اکتفا کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی بنیاد پر امام اعظمؒ تابعین کی صف میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بلا شبہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو دیکھا ہے جیسا کہ شیخ جزری "اسماء رجال القراء"[1] میں اور تورپشتی "تحفۃ المسترشد" میں اور صاحب کشف الکشاف "سورۃ المؤمنین" میں نیز صاحب "مرآۃ الجنان"[2] اور دوسرے متبحر علماء بیان کر چکے ہیں۔ اب جو تابعیت امام کا انکار کرے گا وہ یا تو تتبع کی کمی کے سبب کرے گا یا تعصب کے فتور کے باعث۔

ملا علی قاری کی اس عبارت کو علامہ محمد اکرم سندھی نے بھی امعان النظر میں نقل کر کے اس پر

---

[1] امام جزری کی یہ کتاب جس کا نام غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ہے ۱۳۵۱ھ میں مصر کے مطبعۃ السعادۃ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں صاف تصریح ہے "رأی انس بن مالکؓ"۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

[2] مرآۃ الجنان کی عبارت تو خود میاں صاحب نے معیار الحق (صفحہ ۱۰) میں نقل فرمائی ہے جس میں امام صاحبؒ کے بارے میں "رأی انساً" کے الفاظ موجود ہیں، مگر پھر بھی امام صاحبؒ کو تابعی ماننے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں۔

[3] اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ صفحہ ۱۸ و ۱۹ طبع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۳۶ھ

مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ چنانچہ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحیؒ اقامۃ الحجۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد نقلہ عنہ محمد اکرم بن عبدالرحمٰن فی احسان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر واقرہ۔[1]

اور ملا علی قاری سے اس بات کو محمد اکرم بن عبدالرحمٰن نے احسان النظر فی ترجمہ نخبۃ الفکرؒ میں نقل کر کے اس کو برقرار رکھا ہے۔

ہم میاں صاحب کے بارے میں کچھ نہیں کہتے لیکن میاں صاحب ہی کے معتمد علیہ بزرگ ملا علی قاری نے خود ہی فیصلہ دیا ہے کہ امام صاحب کے تابعی ہونے کی نفی کرنا یا تو تتبع کی کمی کا نتیجہ ہے یا تعصب کا فتور۔

۵۔ میاں صاحب نے ابن خلکان کی عبارت میں بھی یہی تصرف فرما کر اس سے اپنا مطلب نکالا ہے۔ ابن خلکان کی اصل عبارت درج ذیل ہے، ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ حضرت میاں صاحب نے کیا نقل کیا اور کیا چھوڑا۔

"وادرک ابوحنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ وھم انس بن مالک وعبداللہ بن ابی اوفیٰ بالکوفۃ وسہل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق احدا منھم ولا اخذ عنہ۔ واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ رای انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔"[2]

حضرت میاں صاحب نے خط کشیدہ الفاظ چھوڑ کر انتھیٰ فرما دیا اور یہ لکھ دیا کہ "قاضی شمس الدین ابن خلکان نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے"۔ حالانکہ ابن خلکان نے خطیب کا حوالہ اسی غرض سے دیا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت انسؓ کی رؤیت کا انکار صحیح نہیں۔

۶۔ امام نووی سے نقل میں بھی میاں صاحب کی یہی روش ہے کہ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کے حوالے سے امام نووی نے جو یہ نقل کیا تھا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اس کو حذف کر دیا۔ چنانچہ تہذیب الاسماء کی پوری عبارت حسب ذیل ہے۔ خط کشیدہ الفاظ جناب میاں صاحب نے حذف کر دیئے ہیں:

---

[1] صفحہ ۱۹ [2] وفیات الاعیان تذکرہ نعمان بن ثابت صفحہ ۱۶۳ جلد ۲ طبع مطبع میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ

قال الشیخ ابو اسحاق فی الطبقات، هو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ مولی تیم اللہ بن ثعلبۃ۔ ولد سنۃ ثمانین من الہجرۃ وتوفی ببغداد سنۃ خمسین ومائۃ وھو ابن سبعین سنۃ۔ اخذ الفقہ من حماد بن ابی سلیمان وکان فی زمنہ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک وعبداللہ بن ابی اوفیٰ وسھل بن سعد وابو الطفیل ولم یاخذ عن احدھم

وقال الخطیب البغدادی فی التاریخ، ھو ابوحنیفۃ التیمی امام اصحاب الرای وفقیہ اھل العراق رای انس بن مالک ؎۱ (معیار الحق صفحہ ۶)

مزید لطف یہ ہے کہ جو عبارت میاں صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی ہے اس میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں کہ امام صاحب نے ان صحابہ کو دیکھا نہیں تھا بلکہ اس میں جو کچھ مذکور ہے وہ صرف یہ ہے کہ "امام صاحب نے ان میں سے کسی سے روایت نہیں کی"!

افسوس ہے کہ بایں ہمہ جوش ادعا میاں صاحب موصوف امام صاحب کی تابعیت کی نفی میں ایک بھی قول کسی ایسے شخص کا پیش نہ کرسکے جو ان کے نزدیک اہل نقل میں سے ہو۔ بات یہ ہے کہ میاں صاحب نے ابن خلکان وغیرہ کی اس عبارت سے کہ ولم یلق واحدا منھم ولا اخذ عنھم یہ مطلب نکالا ہے کہ یہ حضرات تابعیت کے منکر ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں نے لقاء اور روایت کا انکار کیا ہے نہ کہ تابعیت کا۔ اور یہ ہم ابتدا میں واضح کرچکے ہیں کہ تابعیت کے لیے ملاقات اور صحبت ضروری نہیں بلکہ صرف ایک دوسرے کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ لہٰذا ان کے اقوال سے تابعیت کی تردید

توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ

کا مصداق ہوگی۔ بلکہ ان حضرات نے تو اس امر کی صاف لفظوں میں تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کی تھیں۔

اور یہی مغالطہ جناب میاں صاحب کو حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب کی عبارت کے سمجھنے میں لگا ہے۔ چنانچہ انھوں نے امام صاحب کے تابعی نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی

؎۱ تہذیب الاسماء صفحہ ۲۱۶ جلد ۲ طبع اول طباعۃ منیریہ مصر

ہے کہ حافظ صاحب نے امام اعظمؒ کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی، لہٰذا آپ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہوئے[1]۔ یہاں بھی موصوف کو وہی غلطی لگی کہ لقاء کی نفی سے رؤیت کی نفی سمجھ گئے۔ میاں صاحب اگر حافظ صاحب کے مقدمہ تقریب کی عبارت کا بغور مطالعہ کرتے تو ان کو واضح ہو جاتا کہ تبع تابعین کا طبقہ خود حافظ صاحب ہی کی تصریح کے مطابق چھٹا نہیں بلکہ ساتواں ہے چنانچہ ابن جریج جن کو حافظ صاحب نے بطور مثال پیش کیا ہے ان کے بارے میں سابق میں حافظ صاحب ہی کے استاذ حافظ زین الدین عراقی کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ عمرو بن شعیب سے جن مشاہیر تابعین نے روایت کی ہے، ان میں عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج بھی ہیں۔

خود تقریب التہذیب کے مقدمہ میں طبقات کی تفصیل حافظ صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

واما الطبقات فالاولی الصحابۃ علی اختلاف مراتبھم وتمییز من لیس منھم الا مجرد الرؤیۃ من غیرہ الثانیۃ طبقۃ کبار التابعین کابن المسیب فان کان مخضرما صرحت بذلک الثالثۃ طبقۃ الوسطیٰ من التابعین کالحسن وابن سیرین الرابعۃ طبقۃ تلیھا جل روایاتھم عن کبار

اور طبقات میں پہلا طبقہ صحابہ کا ہے جن کے اختلاف مراتب کو بھی بیان کیا ہے اور ان میں ان کو بھی جداگانہ طور پر بتلا دیا ہے کہ جن کو صرف رؤیت حاصل تھی۔ دوسرا طبقہ کبار تابعین کا ہے جیسے کہ ابن المسیب۔ اور اگر اس طبقہ میں کوئی مخضرم تھا تو میں نے اس کی بھی تصریح کر دی ہے۔ تیسرا طبقہ تابعین کا درمیانی طبقہ ہے۔ جیسے حسن اور ابن سیرین ہیں۔ چوتھا طبقہ ان کے بعد والوں کا ہے جن کی اکثر و بیشتر روایات کبار تابعین

---

[1] چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں:
خود حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں: النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس، ویقال مولیٰ بنی تیم فقیہ مشھور من السادسۃ (انتہی) اقول حافظ ابن حجر نے امام کو چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ چنانچہ خود ابن حجر مقدمۃ الکتاب میں فرماتے ہیں: السادسۃ طبقۃ عاصروا الخامسۃ لکن لم یثبت لھم لقاء احد من الصحابۃ کابن جریج (انتہی)
(صـ ، رد الحق مؤ)

التابعین کالزهری وقتادة الخامسة الطبقة الصغری من الذین رأو الواحد والاثنین ولم یثبت لبعضهم السماع من الصحابة کالاعمش، السادسة طبقة عاصروا الخامسة لکن لم یثبت لهم لقاء احد من الصحابة کابن جریج السابعة طبقة کبار اتباع التابعین کمالك والثوری۔

ے ہیں جیسے زہری اور قتادہ ہیں۔ پانچواں طبقہ تابعین کا طبقہ صغری ہے جنہوں نے ایک یا دو صحابہ کو دیکھا تھا اور ان میں سے بعض کا صحابہ سے سماع ثابت نہیں ہے جیسے اعمش ہیں۔ چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو پانچویں طبقے والوں کے ہم عصر تو ہیں لیکن ان کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں ہے جیسے ابن جریج۔ ساتواں طبقہ کبار تبع تابعین کا ہے جیسے کہ مالک اور ثوری ہیں۔

جائے غور ہے کہ جب کبار تبع تابعین کا پہلا طبقہ ساتواں ہے نہ کہ چھٹا تو پھر میاں صاحب نے حافظ ابن حجر کے امام صاحب کو چھٹے طبقہ میں ذکر کرنے کی بناء پر ان کو تبع تابعین میں کیسے شمار کر لیا باوجودیکہ حافظ ابن حجر کا فتویٰ اور تہذیب کی عبارت دونوں واشگاف طور پر امام صاحبؒ کی تابعیت کا اعلان کر رہے ہیں؟ تہذیب التہذیب تو میاں صاحب کی نظر سے نہیں گزری لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی کا فتویٰ تو محقق شامی اور علامہ طحاوی دونوں نے نقل کیا ہے اور شامی کی رد المحتار اور طحاوی کی شرح الدر المختار دونوں کتابیں میاں صاحب کے پیش نظر ہیں اور وہ اس بحث میں ان دونوں کتابوں سے معیار الحق میں برابر حوالے دیتے چلے جاتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ میاں صاحب کے اس طرز عمل کی کیا توجیہ کی جائے جبکہ دوسروں سے ذرا چوک ہو جائے تو میاں کو فوراً یہ شعر یاد آجاتے ہیں ؎

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند
از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند

در مبحثے کہ غیر خموشی علاج نیست
پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

معیار الحق میں جن چند علماء کے بیانات سے میاں صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کچھ کام لیا ہے وہ یہی ہیں ورنہ بقیہ جتنے علماء کے حوالے ذکر کیے ہیں ان سے امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت کرنے کی نفی تو معلوم ہوتی ہے تابعیت کی نفی ثابت نہیں ہوتی اور ان حوالوں میں بھی کہیں صراحت کے ساتھ یہ مذکور نہیں کہ امام صاحبؒ تابعی نہ تھے۔ اتنے کمزور دلائل پیش کرنے کے بعد یہ دعویٰ کرنا کہ امام صاحبؒ کی تابعیت پر علماء نقل متفق نہیں، میاں صاحب جیسے بزرگ کے ہرگز شایان شان نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی عالم نے امام اعظم کے تابعی ہونے سے انکار کیا ہے تو اس کے انکار کی اتنے سارے دیگر اکابر محدثین و علماء نقل کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ تحقیق حق کا یہ خوب معیار ہے کہ سرے سے حقائق کو ماننے ہی سے انکار کر دیا جائے۔

---

۱۹ - امام صاحبؒ کی تابعیت اور نواب صدیق حسن کی تحقیقات

انکارِ تابعیت کے باب میں میاں نذیر حسین صاحب کے مشہور معاصر اور اہلِ حدیث کے نامور مصنف نواب صدیق حسن خان صاحب کا طرزِ عمل اگرچہ میاں نذیر حسین صاحب کی بالغ نظری کو نہیں پہنچتا۔ لیکن پریشان بیانی کا انوکھا نمونہ ہے۔ کبھی وہ پورے جزم و یقین کے ساتھ یہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ "علماءِ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحبؒ تابعی نہیں تھے۔" اور کبھی خود ہی اپنے فیصلہ کے برخلاف امام صاحبؒ کی تابعیت کے اثبات میں خطیب بغدادی، ولی الدین عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے اقوال اور فتاویٰ نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔

ہم ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تصویر کے دونوں رُخ پیش کیے دیتے ہیں۔

۱۔ الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ میں نواب صاحب نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو تبع تابعین میں داخل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وتبع التابعی مسلم رای تابعیا و	تبع تابعی وہ مسلمان ہے جس نے کسی تابعی کو دیکھا
ھذہ طبقۃ ثالثۃ بالنسبۃ الیہ	ہو۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے تیسرا طبقہ
صلی اللہ علیہ وسلم ومنھا الامام جعفر	ہے۔ اسی طبقہ میں امام جعفر صادق اور امام اعظم ابو حنیفہ
الصادق وابو حنیفۃ النعمان بن ثابت الامام الاعظم[1]	نعمان بن ثابت ہیں۔

۲۔ تنبیہ الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول" میں جو علمِ اصولِ حدیث میں نواب صاحب کی مشہور تصنیف ہے۔ موصوف نے ان علماء کی غلطی پر تنبیہ کی ہے جو امام صاحب کو تابعین میں داخل کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وحافظ ابن کثیر گفتہ وقد ادخل بعضھم	حافظ ابن کثیر کہتے ہیں، بعض نے تابعین کے زمرہ
فی التابعین من لیس منھم کما اخرج	میں ان لوگوں کو بھی داخل کر لیا ہے جو حقیقۃً تابعی
آخرون من ھو معدود فیھم، وکذلک	نہیں ہیں۔ جبکہ کچھ لوگوں نے ان حضرات کو جن کا شمار
ذکروا فی الصحابۃ من لیس	تابعین میں ہے تابعین کے زمرہ سے خارج کر دیا

---

[1] صفحہ ۴۲ طبع مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ

صحابیا کما عدوا جماعة من الصحابة فیمن ظنوه تابعیا. وذلك بحسب مبلغهم من العلم.

(انتھی)

ہے۔ اسی طرح صحابہ میں ان لوگوں کو ذکر کر دیا ہے جو صحابی نہیں ہیں۔ جبکہ دوسروں نے صحابہ کی ایک جماعت کو تابعی سمجھتے ہوئے انھیں تابعین میں شمار کر لیا ہے۔ اور یہ جس نے کیا اپنے مبلغ علم کے مطابق کیا ہے۔ (انتھی)

دریم مثال اول ادخال ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ در عداد تابعین است زیرا کہ او را یکے از صحابی ملاقات حاصل نشدہ۔ [1]

میں (نواب صدیق حسن خاں) کہتا ہوں پہلی صورت کی مثال تو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کا تابعین میں داخل کرنا ہے کیونکہ ان کی کسی بھی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

۳۔ اور ابجد العلوم میں جو موصوف کی مشہور ترین تصنیف ہے، امام صاحب کے تابعی نہ ہونے کا ایسا یقین آیا کہ اس پر محدثین کا اجماع ہی نقل فرما دیا۔ چنانچہ موصوف کے الفاظ ہیں:

لم یر احدا من الصحابة باتفاق اھل الحدیث، وان کان عاصر بعضھم علی رای الحنفیة [2]

اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ امام صاحبؒ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا ہے۔ اگرچہ احناف کی رائے کے مطابق صحابہ میں سے بعض حضرات سے ان کی معاصرت ثابت ہے۔

[1] صفحہ ۱۰۰، طبع مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۲ھ
[2] صفحہ ۸۰۰، طبع مطبع صدیقیہ بھوپال ۱۲۹۵ھ۔ یہ تحقیق بھی خوب ہے کہ امام صاحب کی صحابہ سے معاصرت بھی صرف حنفیوں کی رائے ہے۔ ورنہ نواب صاحب کے زعم کے مطابق تو صحابہ کرام کا عہد امام صاحب کی ولادت سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت کا ہے جبکہ خود بدولت کو اتحاف النبلاء میں امام صاحب کے زمانہ میں صحابہؓ کے وجود کی بو محسوس ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہاں محدثین سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا ثبوت نقل کر کے فرماتے ہیں:

وازیں جا تواں دریافت کہ وجود صحابہ در زمانہ او را نحو از ثبوت دارد۔ (صفحہ ۴۲۴)

یہاں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس بات میں تو ثبوت کی کچھ بو ہے کہ صحابہ کا وجود امام صاحب کے زمانہ میں تھا۔

(بر صفحہ آئندہ)

مذکورہ بالا ان تینوں کتابوں میں تو موصوف کا مجرد دعویٰ ہے اور نفی تابعیت پر کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے لیکن "التاج المکلل" اور "اتحاف النبلاء" میں جو فن تراجم میں ہیں، اس دعویٰ پر دلیل بھی نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ دونوں جگہ خطیب کے حوالے سے یہ مرقوم ہے:

قال الخطیب فی تاریخہ واللہ اعلم ادرک ابوحنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ وھم انس بن مالک بالبصرۃ وعبداللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسھل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق احدا منھم ولا اخذ عنہ واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل۔ [1]	خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ (واللہ اعلم) کہ امام ابوحنیفہ نے چار صحابہ کو پایا تھا، انس بن مالک کو بصرہ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو کوفہ میں اور سہل بن سعد ساعدی کو مدینہ میں اور ابوالطفیل عامر ابن واثلہ کو مکہ میں۔ مگر نہ تو انھوں نے ان میں سے کسی صحابی سے ملاقات کی اور نہ ہی ان سے کوئی روایت کی۔ اور اصحاب ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات بھی کی اور ان سے روایت بھی کی لیکن یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

اور "اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین" میں مذکورہ عبارت کا بعینہ ان الفاظ میں ترجمہ فرمادیا ہے۔

"خطیب در تاریخ" گفتہ ابوحنیفہ چہار صحابی را دریافتہ انس بن مالک وعبداللہ بن ابی اوفیٰ را در کوفہ وسہل بن سعد ساعدی را در مدینہ وابوالطفیل عامر بن واثلہ را بمکہ۔ ولیکن ہیچ یکے را ازینہا ندیدہ ونہ اخذ نمودہ۔ ویاران او گویند کہ وے جماعتی از صحابہ را ملاقات

اور نواب صاحب نے یہاں جو باتفاق اھل الحدیث کے الفاظ رقم فرمائے ہیں اگر اس سے مراد محدثین نہیں بلکہ حضرات غیر مقلدین کا وہ شرذمہ قلیلہ ہے کہ جو اپنے آپ کو "اہلحدیث" سے موسوم کرتا ہے تو پھر نواب صدیق حسن خان کے دعوے کی صداقت واضح ہے۔

[1] التاج المکلل صفحہ ۱۳۶ طبع جدید

نمودہ واز آنہا روایت کردہ ولیکن این معنی نزد اہل نقل ثابت
نشدہ؟ [1]

تاہم نواب صاحب کی یہ بڑی عنایت ہے کہ انھوں نے اپنی بات کی خود ہی جابجا تردید کردی ہے تاکہ دوسروں کو اس کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ چنانچہ "التاج المکلل" میں مذکورہ بالا عبارت کے متصل ہی ارشاد ہوتا ہے۔

وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ رای انس بن مالک رض۔ [2]	خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

اسی طرح اتحاف النبلاء میں اپنے فیصلے کی تردید دوسرے ورق پر ان الفاظ میں فرمادی ہے:

ابن حجر گوید از ابن ابی اوفیٰ یک حدیث روایت نمودہ است۔ وخطیب گفتہ انس را دیدہ۔ و ذہبی گفتہ یعنی در صغر سن۔ و ابن حجر گفتہ ہمین صحیح است [3]	ابن حجر کہتے ہیں امام صاحبؒ نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اور خطیب کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اور ذہبی کہتے ہیں کہ بچپن میں دیکھا ہے، ابن حجر نے کہا ہے یہی بات صحیح ہے۔

اور الحطہ میں تو نواب صاحب نے کمال ہی کردیا۔ امام صاحبؒ کے تابعی ہونے پر ایسی سیر حاصل بحث کی جو قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں:

وقال الجلال السیوطیؒ وقفت علی فتیا رفعت الی الحافظ الولی العراقی صورتہا ھل روی ابوحنیفۃ عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھل یعد فی التابعین اعرلا فاجاب بما	جلال الدین سیوطیؒ کا بیان ہے کہ میں اس فتویٰ سے واقف ہوں جو حافظ ولی الدین عراقی سے لیا گیا تھا۔ جس میں یہ تھا کہ کیا ابوحنیفہؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے؛ اور کیا وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں یا نہیں؟ تو انھوں نے

---

[1] صفحہ ۲۲۲ طبع مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ [2] التاج المکلل صفحہ ۱۳۶ ترجمہ ابوحنیفہ
[3] اتحاف النبلاء صفحہ ۴۲۔

نصه: الامام ابوحنيفة لم تصح له رواية
عن احد من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
وقد رأى انس بن مالك. فمن يكتفي في
التابعي بمجرد رؤية الصحابة يجعله
تابعيا. ومن لا يكتفي بذلك لا يعده
تابعيا.

ورفع هذا السؤال الى الحافظ ابن
حجر العسقلاني فاجاب بما نصه: ادرك
الامام ابوحنيفة جماعة من الصحابة
لانه ولد بالكوفة سنة ثمانين من
الهجرة وبها يومئذ من الصحابة
عبدالله بن ابي اوفى فانه مات بعد ذلك
بالاتفاق. وبالبصرة يومئذ انس بن
مالك ومات سنة تسعين او بعدها
وقد اورد ابن سعد بسند لا بأس
به ان اباحنيفة رأى انساً و
وكان غير هذين من الصحابة
احياء في البلاد. وقد جمع
بعضهم جزءا فيما ورد من رواية
ابي حنيفة عن الصحابة. لكن
لا يخلو اسناده من ضعف. والمعتمد
على ادراكه ماتقدم. وعلى

ان الفاظ میں جواب دیا: "امام ابوحنیفہ کی کسی صحابی
سے روایت صحیح نہیں ہے البتہ انھوں نے حضرت
انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ لہٰذا جو حضرات تابعیت میں
مجرد رؤیت کو کافی سمجھتے ہیں وہ ان کو تابعی ہی قرار دیتے
ہیں۔ اور جو اس امر کو کافی نہیں سمجھتے وہ ان کو تابعی شمار
نہیں کرتے۔"

امام ابوحنیفہ کی تابعیت کا سوال حافظ ابن حجر عسقلانی
کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا تھا تو انھوں نے مندرجہ
ذیل جواب دیا: "امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت
کو پایا ہے اس لیے کہ ۸۰ھ میں کوفہ میں ان کی ولادت
ہوئی ہے۔ اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے حضرت
عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ موجود تھے کیونکہ بالاتفاق
ان کی وفات ۸۰ھ کے بعد ہی ہوئی ہے۔ اور ان دنوں
بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ زندہ تھے
ان کی وفات تو ۹۰ھ میں یا اس کے بھی بعد ہوئی ہے۔
اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں
ہے یہ روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی
اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ نیز ان دونوں حضرات کے علاوہ
اور صحابہ بھی مختلف شہروں میں موجود تھے۔ اور بعض علماء
نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کے
بارے میں مختلف جزو[1] جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد
ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ اور معتمد ادراک صحابہ کے باب

---

[1] "جزو" وہ چھوٹا سا رسالہ جو کسی موضوع پر تالیف کیا جائے۔

رؤيته لبعض الصحابة ما اورده ابن سعد في الطبقات فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعين. و لم يثبت ذلك لاحد من ائمة الامصار المعاصرين له كالاوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة و والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة ومسلم بن خالد الزنجي بمكة والليث بن سعد بمصر. انتهى

وقال السخاوي في شرحه لالفية العراقي المعتمد انه لا رواية له عن احد من الصحابة انتهى. وقال ابن حجر المكي في شرح المشكوٰة ادرك الامام الاعظم ثمانية من الصحابة منهم انس وعبد الله بن ابي اوفى و سهل بن سعد وابو الطفيل. انتهى

وقال الكردري جماعة من المحدثين انكروا ملاقاته مع الصحابة واصحابه اثبتوه بالاسانيد الصحاح الحسان وهم اعرف باحواله منهم والمثبت العدل اولى من النافي. وقد جمعوا مسنداته فبلغت خمسين حديثا يرويها الامام عن الصحابة الكرام. والى هذا اشار الامام بقوله

میں وہی ہے جو گزر چکا۔ اور بعض صحابہ کی رؤیت کے بارے میں متعدد روایت ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ تابعین کے طبقے میں داخل ہیں اور یہ ایسا مرتبہ ہے جو دوسرے شہروں میں رہنے والے ان کے ہم عصر ائمہ میں سے کسی امام کو حاصل نہ ہو سکا۔ جیسے کہ امام اوزاعی کو جو شام میں تھے اور حمادین (امام حماد بن سلمہ اور امام حماد بن زید) کو جو بصرہ میں اور امام ثوری کو جو کوفہ میں تھے اور امام مالک کو جو مدینہ میں تھے اور امام مسلم بن خالد زنجی کو جو مکہ میں تھے اور امام لیث بن سعد کو جو مصر میں تھے۔

اور علامہ سخاوی "شرح الفیہ عراقی" میں لکھتے ہیں کہ "معتمد یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں کی ہے" اور ابن حجر مکی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ امام اعظم نے آٹھ صحابہ کو پایا تھا ان میں حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ (انتہیٰ)

اور کردری فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے ملاقات کی منکر ہے جبکہ اصحاب امام نے اس کا اثبات صحیح اور حسن اسانید کے ذریعہ کر دیا ہے اور امام صاحب کے حالات کو امام صاحب کے اصحاب محدثین سے بہتر جانتے ہیں۔ اصحاب امام نے امام صاحب کی مسندات کو جمع کیا تو پچاس احادیث ایسی ملیں جن کو امام صاحب نے صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔ امام صاحب کے اس قول سے بھی اسی طرف اشارہ

ماجاءنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين وماجاءنا عن التابعين فهم رجال ونحن رجال"، لقد ممن زاحم التابعين في الفتوى اللهم اذا كان التابعي يزاحم في الفتوى الصحابي فانه يقلد ذلك التابعي كما يقلد الصحابي. وهذا سبب صالح لتقديم مذهبه على سائر المذاهب.

ملتا ہے کہ "جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو وہ ہمارے سر آنکھوں پر، اور جو تابعین سے مروی ہو تو وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں"۔ اسی بناء پر امام صاحب نے فتویٰ میں تابعین سے اختلاف بھی کیا ہے۔ ہاں اگر کوئی تابعی اس پایہ کا ہو کہ وہ صحابی کے فتویٰ کے مقابلے میں اجتہادی ملکہ رکھتا ہو تو اس صورت میں امام صاحب اس تابعی کی بھی اسی طرح تقلید کر لیتے ہیں جس طرح صحابی کی کرتے ہیں۔ اور یہ فضیلت بھی بقیہ مذاہب پر امام صاحب کے مذہب کی فوقیت کا سبب بن سکتی ہے (کہ اس مذہب کی تدوین امام تابعی کے ذریعہ ہوئی)۔

سلہ

یہ واضح رہے کہ ہر چہار مذکورہ بالا صحابہ سے امام صاحب کے عدم اخذ و عدم لقاء کے بارے میں نواب صاحب نے "التاج المکلل" میں خطیب کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے اور جس کا ترجمہ انھوں نے "اتحاف النبلاء" میں کیا ہے، اس عبارت کا "تاریخ خطیب" میں سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے بلکہ تاریخ خطیب میں جیسا کہ ہم سابق میں نقل کر چکے ہیں۔ اس کے برخلاف یہ صاف تصریح موجود ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ ہمارے خیال میں صورت واقعہ یہ ہے کہ چونکہ نواب صاحب کی یہ عام عادت ہے کہ وہ اپنی تصانیف میں دوسروں کی کتابوں کے صفحے کے صفحے بلا کسی حوالے کے نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اسی لیے ان کے اس علمی سرقہ کا اہل علم کے حلقوں میں عام چرچا ہے۔ اسی عادت کے مطابق جب نواب صاحب "التاج المکلل" میں امام اعظم کا ترجمہ ابن خلکان کی تاریخ سے نقل کرنے بیٹھے تو جلدی میں کچھ کا کچھ نقل کر گئے جس سے عبارت کا مطلب خبط ہو کر رہ گیا۔

سلہ ملاحظہ ہو "الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ" صفحہ ۳۴-۳۵

ہم ذیل میں "التاج المکلل" اور "وفیات الاعیان" دونوں کی اصل عبارتوں کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔ ناظرین مقابلہ کرکے دیکھ لیں کہ نواب صاحب نے عجلت میں کیسی غلطی کی ہے:

الامام ابوحنیفة النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ بن زوطی بن ماہ (الامام الفقیہ الکوفی) مولی تیم اللہ بن ثعلبة وھو من رھط حمزة الزیات کان خزازا یبیع الخز و جدہ زوطی من اھل کابل وقیل من اھل بابل وقیل من اھل الانبار وقیل من اھل نسا (وقیل من اھل ترمذ. وھو الذی مسہ الرق فاعتق. وولد ثابت علی الاسلام) وقال اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفة انا (اسمٰعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان) من ابناء فارس من الاحرار واللہ ماوقع علینا رق قط.

ولد جدی سنة ۸۰ (ثمانین) وذھب ثابت الی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھو صغیر فدعا لہ بالبرکة فیہ وفی ذریتہ۔ ونحن نرجو ان یکون اللہ تعالی قد استجاب ذلک لعلی فینا. (والنعمان بن المرزبان ابوثابت ھو الذی اھدی لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الفالوذج فی یوم مھرجان فقال مھرجونا کل یوم ھکذا) قال الخطیب فی تاریخہ واللہ اعلم (و) ادرک ابوحنیفة اربعة من الصحابة (رضوان اللہ علیھم اجمعین) وھم انس بن مالک بالبصرة وعبداللہ بن ابی اوفی بالکوفة وسھل بن سعد الساعدی بالمدینة وابو الطفیل عامر بن واثلة بمکة ولم یلق احدا منھم ولا اخذ عنہ واصحابہ یقولون لقی جماعة من الصحابة وروی عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل۔ وذکر الخطیب فی "تاریخ بغداد" انہ رأی انس بن مالک (رضی اللہ عنہ)۔

یہ پوری عبارت "وفیات الاعیان" کی ہے۔ نواب صاحب نے جب "التاج المکلل" میں اس عبارت کو اپنانا چاہا تو بین القوسین کی عبارت کو چھوڑ دیا۔ جس سے مطلب خبط ہو گیا اور ابن خلکان کی عبارت خطیب بغدادی کی بن گئی۔ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد، ابن خلکان کی "وفیات الاعیان"، نواب صاحب کی "التاج المکلل" تینوں کتابیں مکرر طبع ہو چکی ہیں۔ اہل علم تینوں کتابوں کو سامنے رکھ کر نواب صاحب کی کارگزاری کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

۲۰۔ فاضل لکھنوی کی تحقیق

صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی ملاقات اور رؤیت کے ثبوت میں اتنی بحث کافی ہے اب ہم اس بحث کو فاضلِ لکھنوی مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی اس عبارت پر ختم کرتے ہیں۔

فہذہ العلماء الثقات، الدارقطنی وابن سعد والخطیب والذہبی وابن حجر والولی العراقی و السیوطی وعلی القاری واکرم السندی وابومعشر وحمزۃ السہمی والیافعی و الجزری والتوربشتی وابن الجوزی و السراج صاحب کشف الکشاف قد نصوا علی کون الامام ابی حنیفۃ تابعیا وانما انکر من انکر منھم روایتہ عن الصحابۃ وقد صرح بہ جمع آخرون من المحدثین والمؤرخین المعتبرین ایضا ترکت عباراتھم خوفا من الاطالۃ الموجبۃ للملالۃ وما نقلتہ انما نقلتہ بعد مطالعۃ الکتب المذکورۃ لا بمجرد اعتماد نقل غیری ومن راجع الکتب المذکورۃ یجد صدق نقلی ولما کلمات فقہائنا فی ہذا الباب فاکثر من ان تحصی. ومن انکر کونہ تابعیا من المؤرخین لا یصل

دارقطنی، ابن سعد، خطیب، ذہبی، ابن حجر، ولی عراقی، سیوطی، علی قاری، اکرم سندی، ابومعشر، حمزہ سہمی، یافعی، جزری، توربشتی، ابن الجوزی، سراج صاحب کشف کشاف، یہ سب علماء ثقات تصریح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تابعی تھے۔ ان میں سے اگر کسی نے انکار بھی کیا ہے تو امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت کا انکار کیا ہے۔ اور یہی تصریح محدثین اور معتبر مؤرخین کی ایک دوسری جماعت نے بھی کی ہے۔ میں نے ان حضرات کی عبارتوں کو طوالت کے خوف سے جو موجب ملال ہے چھوڑ دیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ امام صاحب کی تابعیت کے باب میں، میں نے جو کچھ نقل کیا ہے اس کو مذکورہ بالا کتب کے مطالعے اور تحقیق کے بعد نقل کیا ہے، صرف دوسروں کی نقل پر اعتماد کرتے ہوئے نہیں کیا ہے۔ چنانچہ جو شخص بھی مذکورہ کتابوں کا مطالعہ کرے گا اسے میرے نقول کی صداقت معلوم ہو جائے گی۔ رہے ہمارے فقہاء کے اقوال تابعیت کے باب میں تو وہ حد شمار سے بھی زیادہ ہیں۔ مؤرخین میں سے جو بھی امام صاحب کی تابعیت کا منکر ہے وہ اعتماد، قوتِ حفظ اور وسعتِ نظر میں حضرات مثبتین کے درجہ کا نہیں۔

في الاعتماد وقوة الحفظ وسعة النظر
الى مرتبة هؤلاء المجتهدين. فلا
عبرة بقوله معارضا لقولهم. و
هذا الذهبي شيخ الاسلام المعتمد
في نقله عند الانام لو صرح وحده
بكونه تابعيا لكفى قوله راد القول
النافين فكيف وقد وافقه امام
الحفاظ ابن حجر ورأس الثقات
الولي العراقي وخاتمة الحفاظ السيوطي
وعمود المؤرخين اليافعي وغيرهم.
وسبقه الى ذلك الخطيب وما ادراك
ما الخطيب والدارقطني وما ادراك
ما الدارقطني امامان جليلان مستندان
معتمدان وغيرهما فاذن لم يبق للمنكر
الا ان يكذب هؤلاء الثقات فان
وقع منه ذلك فلا كلام معه. او
يقدم اقوال من دونهم على اقوالهم
فان فعل ذلك لزم ترجيح المرجوح
والمرجو من العلماء المنصفين
بعد مطالعة هذه النصوص ان
لا يبقى لهم انكار۔ ؎

لہٰذا ان کے مقابلے میں اس کے قول کا کوئی
اعتبار نہیں۔ دیکھیے شیخ الاسلام ذہبی جو نقل و
روایت میں تمام دنیا کے نزدیک معتمد ہیں اگر وہ
اکیلے ہی امام ابوحنیفہ کی تابعیت کی تصریح کر دیتے
تو صرف ان کی تصریح ہی ان لوگوں کی تردید کے
لیے کافی تھی جو امام صاحب کی تابعیت کے قائل
نہیں کجا کہ امام الحفاظ ابن حجر اور راس الثقات
ولی عراقی اور خاتمۃ الحفاظ سیوطی اور عمود المؤرخین
یافعی وغیرہ بھی اس باب میں ان ہی کے ہمنوا ہیں۔
اور اس سے پہلے خطیب اور دارقطنی یہی بات کہہ
چکے ہیں۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خطیب
اور دارقطنی کا کیا مقام ہے۔ یہ دونوں بلند پایہ کے
مستند اور معتمد امام ہیں۔ اب منکر کے لیے یہی صورت
رہ گئی ہے کہ یا تو وہ ان علماء ثقات کی تکذیب کرے
سو اگر وہ اسی بات پر تل گیا ہے تو اس سے گفتگو بیکار
ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کم پایہ کے لوگوں
کی بات کو اعلیٰ پایہ کے حضرات کے مقابلے میں
مقدم رکھے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ایک ناقابل
ترجیح بات کو ترجیح دی جائے۔ لہٰذا علماء منصفین
سے یہی توقع ہے کہ ان (اکابر کی) تصریحات کو
پڑھنے کے بعد ان کو مجال انکار نہیں رہے گی۔

؎ اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ۔ صفحہ ۱۹

ایقاظ گزشتہ شمارہ میں امام صاحبؒ کی تابعیت کی بحث کے ضمن میں علامہ محمد اکرم سندھیؒ کی امعان النظر کا حوالہ ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا جو مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب اقامۃ الحجۃ سے نقل کیا گیا تھا۔ ماہِ رواں میں ایک علمی سفر کے سلسلے میں منصورہ، پیر جھنڈو اور حیدرآباد سندھ جانے کا اتفاق ہوا۔ حیدرآباد سندھ میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب سے شاہ ولی اللہ اکیڈمی میں ملاقات ہوئی۔ موصوف کے کتب خانے میں "امعان النظر" کا ایک قدیم مخطوطہ ملا، اس کا سنِ کتابت سنہ ۱۱۱۹ ہجری ہے اور مدینہ منورہ میں اس کی ایک کتابت عمل میں آئی ہے۔ یہ نسخہ نہایت صحیح خوشخط اور صاف ہے۔ ہم نے اس نسخے سے محدث محمد اکرم سندھیؒ کی اصل عبارت جس کا حوالہ فاضل لکھنوی نے دیا ہے نقل کرلی جو ہدیۂ ناظرین ہے:۔

وھذا ای التعریف للتابعی ھو المختار. قال بعض المحققین وبہ یندرج الامام الاعظم فی سلک التابعین فانہ قد رأی انس بن مالک وغیرہ من الصحابۃ علی ما ذکرہ الشیخ الجزری فی اسماء الرجال القرّاء والامام توربشتی فی تحفۃ المسترشدین وصاحب مرآۃ الجنان وغیرھم من العلماء المتبحرین. انتہی

تابعی کی یہی تعریف پسندیدہ ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں، اسی بنیاد پر امام اعظم تابعین کی صف میں داخل ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ بلاشبہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو دیکھا ہے۔ جیسا کہ شیخ جزری اسماء رجال القراء میں اور توربشتی تحفۃ المسترشد میں اور صاحب کشف الکشاف سورۃ المؤمنین میں نیز صاحب مرآۃ الجنان اور دوسرے متبحر علماء بیان کرچکے ہیں۔

۲۱- امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تابعیت کے سلسلے میں صحابہ سے ان کی معاصرت اور رؤیت کی بحثیں تو مکمل ہو چکیں، اب صحابہ سے ان کی روایت کا مسئلہ باقی رہ گیا جو اس باب میں سب سے زیادہ معرکۃ الآرا ہے۔ بلاشبہ بعض علماء شافعیہ اس بات پر بضد ہیں کہ امام اعظم نے کسی صحابی سے کوئی حدیث نہیں سُنی اور انھوں نے اس بحث کو اس دماز نفسی اور بلند آہنگی سے بیان کیا ہے کہ بعض حنفی علماء بھی اس باب میں ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن جو حضرات صحابہ سے روایت کی نفی پر مُصر ہیں ان کے پاس بجز عدم علم کے اور کوئی دلیل نہیں ہے، جبکہ ان کے برخلاف مثبتین روایت اپنے دعوے کے ثبوت پر قوی دلائل رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ علم اور عدم علم باہم متعارض نہیں ہوتے۔

محدث مُلا علی قاری نے "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" کے مقدمہ میں اس بحث کا فیصلہ دو جملوں میں کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں

قیل لم یلق احدا منہم۔ قلت لکن من حفظ حجۃ علی من لم یحفظ۔ والمثبت مقدم علی النافی۔	بعض نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ان میں کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں کہتا ہوں، جس نے یاد رکھا اس کی بات حجت ہے اس پر جس نے یاد نہ رکھا۔ اور ثابت کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہے۔ [1]

۲۲- شیخ ابو اسحٰق شیرازی کے دعوے کی تنقیح

اب اس اجمال کی تفصیل سُنیے۔ سابق میں شیخ ابو اسحاق شیرازی، شیخ مجدالدین ابن الاثیر جزری، مؤرخ ابن خلکان، وغیرہ کے بیانات ناظرین نے پڑھے ہوں گے کہ یہ حضرات صحابہ سے امام اعظمؒ کی روایت کے قائل نہیں ہیں۔ ان سب کے پیش رو شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی المتوفی ۴۷۶ھ ہیں جنھوں نے "طبقات الفقہاء" میں امام

[1] جلد ۱ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ میں یوں اظہارِ خیال فرمایا ہے:

وقد کان فی ایامہ اربعۃ من الصحابۃ۔ انس بن مالک و عبداللہ بن ابی اوفی الانصاری وابو الطفیل عامر بن واثلۃ وسھل بن سعد الساعدی وجماعۃ من التابعین کالشعبی والنخعی وعلی بن الحسین و غیرھم وقد مضی تاریخ وفاتھم ولم یاخذ ابوحنیفۃ عن احد منھم وقد اخذ عنہ خلق کثیر نذکرھم فی غیر ھذا الموضع ان شاء اللہ تعالیٰ۔[1]	امام ابوحنیفہ کے زمانے میں چار صحابہ موجود تھے ۱۔ انس بن مالک ۲۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ انصاری ۳۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ ۴۔ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہم۔ نیز تابعین کی ایک جماعت بھی موجود تھی جیسے کہ شعبی، نخعی اور علی بن حسین وغیرہ۔ اور ان حضرات کی تاریخ وفات گزر چکی۔ لیکن ابوحنیفہ نے ان میں سے کسی ایک سے بھی علم اخذ نہیں کیا اور ابوحنیفہ سے ایک خلقِ کثیر نے علم اخذ کیا ہے جن کا ہم انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ذکر کریں گے۔

یہ شیخ ابواسحاق شیرازی کی اپنی ذاتی رائے ہے انھوں نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی مستند امام کا کوئی قول پیش نہیں کیا ہے۔ شیخ موصوف کا یہ دعویٰ کئی وجوہ سے محل نظر ہے،

۲۳- امام صاحبؒ کے معاصر صحابہ

اولاً تو یہ بات درست نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں صرف چار ہی صحابہ موجود تھے۔ مخدوم محمد ہاشم محدث سندھی کی "اتحاف الاکابر" کے حوالے سے ہم سابق میں اکیس ایسے صحابہ کی فہرست پیش کر چکے ہیں جن کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے زمانہ پایا تھا۔ مولانا محمد حسن سنبھلی المتوفی ۱۳۰۵ھ مؤلف "تنسیق النظام فی مسند الامام" نے اس فہرست کے علاوہ مزید نو صحابہ اور گنائے ہیں جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔[2]

---

[1] صفحہ ۸۰ مطبع دار الرائد بیروت ۱۹۷۰ء

[2] تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۰ "تنسیق النظام" طبع کراچی

مقام وفات	کل روایات	سن وفات	نام صحابی
			۱. حضرت اسعد بن سہل بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ
مدینہ۔ شام	۴	۸۶ھ	۲. حضرت بسر بن ارطاۃ القرشی العامری رضی اللہ عنہ
		۸۳ھ	۳. حضرت طارق بن شہاب بجلی کوفی رضی اللہ عنہ
		۸۷ھ۔ ۸۹ھ	۴. حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
			۵. حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ
			۶. حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ
		۸۶ھ	۷. حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ
بصرہ	۶	۹۴ھ	۸. حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
مدینہ		۹۲ھ	۹. حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم نے جن صحابہ کرام کا زمانہ پایا تھا ان کی کل تعداد چار نہیں بلکہ تیس کے قریب ہے۔ اگر مزید تحقیق و جستجو کی جائے تو ممکن ہے کہ اس فہرست میں کچھ اور صحابہ کے اسماء گرامی کا بھی اضافہ ہو جائے۔

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ ان چار صحابہ کے نام جو شیخ شیرازی نے لیے ہیں اس کی وجہ ان حضرات کی شہرت، کثرت روایت اور فضیلت ہے بقیہ صحابہ چونکہ ان صفات کے حامل نہ تھے اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا گیا لیکن یہ توجیہ بھی کوئی وزن نہیں رکھتی۔ ان حضرات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ تو بلاشبہ متعدد خصوصیات کی بناء پر امتیازی مرتبہ کے حامل ہیں اور دیگر صحابہ کے مقابلہ میں ان کی روایتیں بھی زیادہ ہیں لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ جن تین صحابہ کے نام خصوصی طور پر لیے گئے ہیں ان میں اور دیگر صحابہ میں کوئی خاص وجہ امتیاز معلوم نہیں ہوتی بلکہ جن حضرات صحابہ کے اسماء ترک کر دیئے گئے ان میں بعض ایسے حضرات بھی ہیں کہ جو شرف و منزلت یا کثرت روایت میں ان تینوں حضرات سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہ ان کو "صاحب القبلتین" ہونے کا شرف حاصل ہے اور حضرت ابوامامہ

الباہلی رضی اللہ عنہ کہ ان کی مرویات دو سَو ستر کے قریب ہیں جب کہ مذکورہ اصحاب ثلاثہ میں سے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی ایک سو اٹھاسی، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی پچانوے اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی صرف نو ہی روایتیں ہیں۔

ثانیاً ان حضرات صحابہ سے عدم اخذ کا دعویٰ کرنا نفی پر شہادت ہے جو اپنے عدم علم کا اظہار ہے۔ نفی پر کوئی دلیل شیخ موصوف نے پیش نہیں کی ہے۔

ثالثاً یہ بات اور محل تعجب ہے کہ شیخ ابو اسحاق شیرازی جیسی شخصیت نہ صرف یہ کہ مذکورہ چار صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی روایت کی قائل نہیں بلکہ ان کے علم کے مطابق امام صاحبؒ نے جماعت تابعین سے سرے سے کوئی روایت ہی نہیں کی ہے حد یہ ہے کہ انھیں یہ بھی تسلیم نہیں کہ امام ابو حنیفہ نے امام شعبی سے بھی کوئی روایت کی ہے، حالانکہ ان کا شمار امام صاحب کے مشہور ترین شیوخ حدیث میں ہے اور حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ امام صاحبؒ کی اکثر و بیشتر روایات کبار تابعین ہی سے ہیں۔ امام شعبی کے بارے میں تو حافظ شمس الدین ذہبی نے بصراحت لکھا ہے؛

وھو اکبر شیخ لابی حنیفۃ۔ امام شعبی امام ابو حنیفہؒ کے بہت بڑے شیخ ہیں۔ [1]

امام ابراہیم نخعی کا انتقال ۹۵ھ میں اور امام زین العابدین کا ۹۲ھ میں ہوا ہے ان دونوں حضرات سے اگر امام صاحب کو براہِ راست استفادہ کا موقع نہ مل سکا تو کیا ہوا تابعین کی ایک بڑی جماعت سے امام صاحب نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابراہیم نخعی امام صاحب کے استاذ الاستاذ ہیں، ان کے علم کے سب سے بڑے حامل امام صاحب ہی تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کی بدولت آج ابراہیم نخعی کی فقہ زندہ ہے۔ اسی طرح حضرت زین العابدین کے دونوں صاحبزادگان امام محمد باقر اور حضرت زید بن علی اور ان کے پوتے امام جعفر صادق کا شمار امام ابو حنیفہ کے اکابر شیوخ میں ہے (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۹، طبقہ سوم

۲۴- ابن الاثیر کی ابو اسحاق شیرازی کے دعوی کو مدلل کرنے کی ناکام کوشش

شیخ ابو اسحاق شیرازی کے اس دعوی کو علامہ مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے "جامع الاصول" میں یہ کہہ کر مدلل کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہل نقل کے نزدیک امام صاحبؒ کی روایت صحابہ سے ثابت نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وکان فی ایام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک بالبصرۃ وعبداللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسہل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل بن عامر بن واثلۃ بمکۃ. ولم یلق احدا منہم ولا اخذ عنہ. واصحابہ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنہم. ولا یثبت ذلک عند اہل النقل۔ ؎۱	امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں صحابہ میں سے چار حضرات موجود تھے: (۱) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ میں (۲) عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ میں (۳) سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ مدینہ میں اور (۴) ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ میں۔ اور ان کی نہ ان چاروں میں سے کسی ایک سے ملاقات ہوئی اور نہ انھوں نے ان سے کوئی روایت کی۔ امام صاحبؒ کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات بھی کی ہے اور ان سے روایت بھی کی۔ مگر یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔

غور فرمائیے اس عبارت میں علامہ مجد الدین بن الاثیر نے بعینہ وہی بات دہرا دی ہے جو شیخ ابو اسحاق شیرازی ان سے پہلے کہہ چکے ہیں۔ البتہ انھوں نے اس دعوی کو مدلل کرنے کے لیے خط کشیدہ الفاظ کا اور اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن یہ بات تب بنتی جب کہ وہ ان "اہل نقل" کی نشان دہی بھی کرتے کہ جن کے نزدیک امام صاحبؒ کی

؎۱ تحصیل التعرف فی الفقہ والتصوف از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ورق ۶۶۔ اس کتاب کے مخطوطہ کا عکس مولانا محمد عبدالحلیم چشتی نزیل کراچی کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔

صحابہ سے لقا و روایت ثابت نہیں ورنہ جب تک اہل نقل مجہول ہیں عدم ثبوت کا دعویٰ کالعدم۔

۲۵۔ ابن خلکان، یافعی اور صاحب مشکوٰۃ ابن الاثیر کی بلاتحقیق پیروی

علامہ مجد الدین بن الاثیر کے بعد جب قاضی شمس الدین بن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ نے "وفیات الاعیان" میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ لکھا تو بعینہ یہی بات ان الفاظ میں نقل کردی:

> أدرك ابو حنيفة اربعة من الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين. وهم انس بن مالك وعبد الله بن ابی اوفیٰ بالكوفة وسهل بن سعد الساعدیؓ بالمدينة وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة ولم يلق احدا منهم ولا اخذ عنه. واصحابه يقولون لقى جماعة من الصحابة وروى عنهم. ولم يثبت ذلك عند اهل النقل۔[ا]

پھر علامہ یافعی المتوفی ۷۶۸ھ نے جب "مرآۃ الجنان" لکھی تو چونکہ ان کے پیش نظر "وفیات الاعیان" تھی اس لیے انھوں نے اسی عبارت کو اس طرح نقل کردیا ہے:

> وكان قد ادرك اربعة من الصحابة. هم انس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن ابی اوفیٰ بالكوفة وسهل بن سعد الساعدی بالمدينة وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة رضی الله عنهم. قال بعض اصحاب التواريخ ولم يلق احدا منهم ولا اخذ عنه. واصحابه يقولون لقى جماعة من الصحابة وروى عنهم. قال ولم يثبت ذلك عند النقاد۔[۲]

اِسی طرح صاحب مشکوٰۃ کا ماخذ بھی "جامع الاصول" ہے چنانچہ انھوں نے بھی "الاکمال فی اسماء الرجال" میں امام صاحب کے ترجمہ میں ابن الاثیر ہی کی عبارت نقل کردی ہے جو درج ذیل ہے:

> وكان فی ايامه اربعة من الصحابة. انس بن مالك بالبصرة و

۱ے صفحہ ۴۰۵ ج ۳ طبع بیروت

۲ے جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ طبع بیروت

عبداللہ بن ابی اوفیٰ بالکوفۃ و سھل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق احدا منھم ولا اخذ عنھم۔ ؎۵۲

۲۶- بلا تحقیق نقل در نقل کے بارے میں ابن حجر کی تصریح

یہیں اس نقل در نقل پر حافظ ابن حجر عسقلانی کی وہ بات یاد آتی ہے جو انھوں نے مقدمہ فتح الباریؒ میں صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد پر بحث کرتے ہوئے پچھلوں کی غلط شماری کی بابت لکھی ہے:-

ان کثیرا من المحدثین وغیرھم یسترعون بنقل کلام من یتقدمھم مقلدین لہ ویکون الاول ماانقن ولا حرّر بل یتبعونہ تحسینا للظن بہ والاتقان بخلاف ذلک۔ ؎۵۳

بلا شبہ بہت سے محدثین وغیرہ اپنے پیش رو کی تقلید کرتے ہوئے اس کے کلام کو نقل کرنے میں راحت محسوس کرتے ہیں حالانکہ پہلے شخص نے اتقان و تحقیق سے کام نہیں لیا ہوتا ہے مگر یہ محض حسن ظن کی بناء پر اس کی اتباع کیے چلے جاتے ہیں حالانکہ تحقیق اس کے برخلاف ہوتی ہے۔

۲۷- بلا تحقیق تقلید کی خرابی

یہاں بھی یہی صورت ہے، شیخ شیرازی نے اپنے ظن و تخمین سے ایک بات خلاف تحقیق لکھ دی، شیخ ابن الاثیر نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اسے ارباب نقل کا قول سمجھ لیا، بعد کے آنے والے مؤرخین نے ابن الاثیر پر اعتماد کرتے ہوئے بغیر تحقیق ان کی تقلید شروع کردی اور یوں ایک غلط بات متعدد کتابوں میں نقل در نقل ہوتی چلی آئی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ شوافع کا ایک گروہ اور بعض احناف بھی امام اعظم کی صحابہ سے روایت نہ کرنے کے قائل ہوگئے۔

۲۸- ابن الاثیر کی بے اصولی

نظر کو بلند تر کیجیے، بالفرض ارباب نقل کا ایک گروہ امام اعظمؒ کی صحابہ سے روایت کا منکر ہو تب بھی ان کی رائے کی اصحاب ابوحنیفہ کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے اس لیے کہ تاریخ کا یہ مسلّمہ کلیہ ہے کہ ہر شخص کے حالات سے اس کے اصحاب دوسروں

؎۵۲ الکامل ترجمہ امام ابوحنیفہؒ

؎۵۳ ہدی الساری لفتح الباری صفحہ ۴۶۶ طبع منیریہ ۱۳۴۸ھ

کی بہ نسبت زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ لہذا اصحاب ابوحنیفہ کے مقابلے میں دوسرے ارباب نقل کے بیانات کو ترجیح دینا اصول روایت اور اُصول درایت دونوں کے خلاف ہے کہ

اھل البیت ادریٰ بما فیہ ؎

خود علامہ مجد الدین ابن الاثیر نے بھی جن کے قول کو بطور دستاویز پیش کیا ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمہ کے آخر میں اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے چنانچہ امام صاحب پر مطاعن کی تردید کرتے ہوئے خود ان ہی کے قلم سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے ہیں:

واصحابہ اخبر بحالہ۔ ؎	امام صاحب کے اصحاب ان کے حال سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔

۲۹۔ علامہ قہستانی کا ابن الاثیر پر رد

لہذا خود ان کی تصریح کے مطابق فیصلہ اصحاب ابوحنیفہؒ کے حق میں ہونا چاہیے اسی لیے علامہ شمس الدین محمد قہستانی "شرح نقایہ" کے مقدمہ میں مجد الدین ابن الاثیر کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا یضرہ ما فی "جامع الاصول" ان ذلک مما لا یثبت فانہ قال اٰخر کلامہ ان اصحابہ اعلم بحالہ من غیرھم ۔ فالرجوع الی ما نقلوہ عنہ اولیٰ من غیرھم۔ ؎	امام صاحب کے الاتباعین میں شمار ہونے کو یہ امر مضر نہیں کہ جامع الاصول میں یہ لکھا ہے کہ یہ بات ثابت نہیں، کیونکہ خود مصنف جامع الاصول نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب امام صاحبؒ کے حالات سے دوسروں کی نسبت زیادہ واقف ہیں لہذا اس بارے میں خود ان ہی کے اصحاب جو نقل کرتے ہیں اُس کی طرف رجوع کرنا غیروں کی طرف رجوع کرنے سے بہتر ہے۔

؎ دراسات اللبیب صفحہ ۲۵۴ شائع کردہ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ

؎ شرح مختصر الوقایہ المسمی بالنقایہ جلد ا صفحہ ۴ طبع کلکتہ ۱۲۷۴ھ

۳۰ - ابن الاثیر اور ابن خلکان کے متعلق عینی کی تصریح

لہٰذا عقل اور نقل دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ اس بحث میں اصحاب ابوحنیفہ کے اقوال کو ترجیح دی جائے۔ اب ظاہر ہے جو بات عقل و نقل اور روایت و درایت دونوں کے اصولوں پر صحیح نہ ہو اور پھر اس کی صحت پر اصرار کیا جائے تو اس کو بجز تعصب کے اور کیا کہا جائے گا۔ اسی لیے علامہ عینی نے "شرح معانی الآثار" میں ابن الاثیر اور ابن خلکان کی اس روش کو تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

واما قول ابن الاثیر وابن خلکان ومن سلك مسلكهما من ان ابا حنیفة لم یلق احدا من الصحابة ولا اخذ عنه فذلك من باب التعصب المحض ۔ ۵۱	اور ابن الاثیر اور ابن خلکان اور ان لوگوں کا جو ان کی روش پر چلے ہیں یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ کی نہ تو کسی صحابی سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ انھوں نے کسی صحابی سے کوئی روایت کی ہے محض تعصب کا نتیجہ ہے۔

متقدمین ائمہ نقل میں ہمیں ایسے حضرات کے نام تو معلوم ہیں جو صحابہ رضی سے امام اعظم رح کی روایت کو ثابت کرتے ہیں جیسے سید الحفاظ یحیی بن المعین المتوفی ۲۳۳ھ کہ انھوں نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے امام صاحب رح کا سماع حدیث بیان کیا ہے۔ اسی طرح محدث ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی المتوفی ۳۲۱ھ کہ انھوں نے ایک مستقل جزء اسی موضوع پر تالیف کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے براہ راست کیا کیا روایتیں کی ہیں۔ اسی طرح محدث ابو القاسم علی بن محمد المعروف بابن کاس نخعی المتوفی ۳۲۴ھ جنہوں نے صحابہ سے امام اعظم کی روایت کو علماء کا متفقہ فیصلہ قرار دیا ہے۔

۳۱ - متاخرین محدثین میں نامور حضرات اور اس مسئلہ میں ان کی تحقیقات

لیکن منکرین روایت کے سلسلہ میں ہمیں نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہم عصر حضرات کی کوئی تصریح ملتی ہے نہ ان کے تلامذہ کے دور میں کسی صاحب کا بیان ملتا ہے نہ مصنفین صحاح ستہ یا ان کے شیوخ کے طبقے میں کوئی صاحب نفی کرتے

---

۵۱ التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم صفحہ ۴۰ - ۴۱

نظر آتے ہیں، نہ اربابِ صحاح ستہ کے تلامذہ میں کسی شخص کا بیان اِس بارے میں ہماری نظر سے گزرتا ہے، یہاں تک کہ متقدمین کا دور ختم ہو کر متأخرین کا دور شروع ہو جاتا ہے جن کے سرفہرست حافظ ابن صلاح[1] کی تصریح کے مطابق ان سات حضرات کے نام ہیں :-

۱- حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ
۲- حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ
۳- حافظِ مصر عبدالغنی بن سعید مصری المتوفی ۴۰۹ھ
۴- حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ
۵- حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ
۶- حافظ مغرب ابوعمر بن عبدالبر النمری المتوفی ۴۶۳ھ
۷- حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ

اِن حضرات میں صرف دارقطنی اور خطیب دو بزرگ ایسے ہیں جو اپنے اساتذہ اور معاصرین حفاظِ حدیث کے برخلاف اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ امام اعظم کا سماع کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں حدیث "طلبُ العلمِ فریضۃٌ علیٰ کلِّ مسلمٍ" کو بسند روایت کرنے کے بعد کہ جس میں امام صاحبؒ کا حضرت انسؓ سے سماع مذکور ہے، یہ تصریح کی ہے:

ولا یثبت لابی حنیفۃ سماع من انس بن مالک۔ واللہ اعلم۔ حدثنی علی بن محمد بن نصر قال سمعت حمزۃ بن یوسف السھمی یقول سئل ابوالحسن الدارقطنی، و انا اسمع، عن سماع ابی حنیفۃ

امام ابوحنیفہ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے، واللہ اعلم۔ ہم سے علی بن محمد بن نصر نے بیان کیا کہ میں نے حمزہ بن یوسف سہمی کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ دارقطنی سے یہ سوال کیا گیا کہ آیا امام ابوحنیفہ کا حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح ہے؟ تو انھوں نے

---

[1] ملاحظہ ہو معرفۃ علوم الحدیث صفحہ ۳۰ طبع حلب ۱۳۵۰ھ

عن انسؓ یصح ؟ قال لا ولا رؤیۃ لم یلحق ابوحنیفۃ احدا من الصحابۃ. [1]

جواب دیا کہ نہ تو ان کا سماع ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور نہ ہی رؤیت، امام ابوحنیفہ کی کسی صحابی تک رسائی ہی نہیں ہوئی۔

خطیب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دارقطنی کا یہ قول پیش کیا ہے۔ اگرچہ علامہ کوثری نے "تانیب الخطیب" میں دارقطنی کی اس عبارت کی صحت پر شبہ کا اظہار کیا ہے، ان کے نزدیک اس شبہ کی دو وجہیں ہیں، ایک تو یہ کہ خطیب نے خود "تاریخ بغداد" ہی میں آگے چل کر اس امر کا صاف اقرار کرلیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اور یہاں اپنے ہی دعوے کے برخلاف دارقطنی سے عدم رؤیت کی تصحیح نقل کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دارقطنی کی اصل عبارت میں مطبوعہ نسخہ میں تحریف ہوگئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

واقرار الخطیب ھنا برؤیتہ انساً یدل علی ان مایعزی الی الخطیب فی (۴ - ۲۰۸) من انہ حکی عن حمزۃ السھمی انہ قال سئل الدارقطنی عن سماع ابی حنیفۃ من انسؓ ھل یصح قال لا ولا رؤیتہ) مماغیرتہ یدا ثیمۃ وکم لمصحح المطبع من اجرام فی الکتاب وکان اصل الکلام (سئل الدارقطنی عن سماع ابی حنیفۃ من انس ھل یصح ؟ قال لا الا رؤیتہ) فغیرتہ

خطیب نے یہاں امام ابوحنیفہ کی رؤیت انس رضی اللہ عنہ کا جو اقرار کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ خطیب کی طرف (تاریخ بغداد جلد ۴ صفحہ ۲۰۸ میں) جو یہ الفاظ منسوب ہیں کہ انھوں نے حمزہ سہمی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب دارقطنی سے امام ابوحنیفہ کے حضرت انس سے سماع کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ نہ سماع ہی درست ہے نہ رؤیت۔ اس جملہ کو کسی خطاکار نے بدل دیا ہے اور اس کتاب میں مطبع کی تصحیح کرنے والے کے متعدد جرم ہیں۔ اصل عبارت اس طرح تھی "دارقطنی سے امام ابوحنیفہ کے حضرت انس سے سماع کی صحت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ سماع

---

[1] جلد ۴ صفحہ ۲۰۸ طبع مصر ۱۳۴۹ھ

ثابت نہیں ہے البتہ رؤیت ثابت ہے" تو گنا ہگار ہاتھ نے الا رؤیتہ کو ولا رؤیتہ سے بدل دیا۔ ؎۱ الید الاثیمۃ الی ولا رؤیتہ۔

دوسرے یہ کہ علامہ سیوطی نے بھی تبییض الصحیفہ میں دارقطنی کی اس عبارت کو ان ہی الفاظ میں نقل کیا ہے۔ ہم نے سابق میں حافظ سیوطی کی "ذیل اللآلی" کے حوالے سے بھی دارقطنی کی یہی عبارت نقل کی ہے۔ محدث ابن عراق نے بھی "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ" ؎۲ میں حافظ ابن حجر کی "لسان المیزان" کے حوالہ سے دارقطنی کی وہی عبارت نقل کی ہے جو "ذیل اللآلی" اور "تبییض الصحیفہ" میں منقول ہے۔ لیکن "لسان المیزان" کا جو مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں "لم یلق ابوحنیفۃ احدامن الصحابۃ" تک تو منقول ہے اور بعد کا جملہ "انما رأی انسا بعینہ ولم یسمع منہ" ساقط ہے۔

حال ہی میں حافظ ابن الجوزی کی "العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ" کا ایک جید الخط قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا ؎۳ اس میں تاریخ خطیب کے حوالہ سے یہ عبارت اسی طرح مذکور ہے جس طرح "تاریخ بغداد" کے مطبوعہ نسخہ میں ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے "اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ" میں دارقطنی کی اس عبارت کو ان ہی الفاظ میں نقل کیا ہے، جن الفاظ میں حافظ سیوطی کی "تبییض الصحیفہ" اور "ذیل اللآلی" میں مذکور ہے۔

اس بحث کا اصل تصفیہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ حافظ حمزہ بن یوسف سہمی کی کتاب السوالات عن الدارقطنی کا صحیح اور قدیم مخطوطہ ہمارے پیش نظر ہو۔ واضح رہے کہ جس طرح رجال کے متعلق حافظ حمزہ بن یوسف سہمی کا ایک رسالہ

؎۱ تانیب الخطیب صفحہ ۱۵ طبع مصر ۱۳۶۵ھ ؎۲ جلد ۱ صفحہ ۲۷۱ طبع مصر۔

؎۲ ج اول ص ۲۷۳

؎۳ صفحہ ۳۵۔ اس کا قلمی نسخہ پیر جھنڈو میں مولانا بدیع الدین کے ذاتی کتب خانے میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔

ہے جس میں انھوں نے دارقطنی سے رُواۃ کے متعلق سوالات کیے ہیں، اسی طرح محدث ابوعبدالرحمٰن محمد بن الحسین سلمی نیشاپوری المتوفی ۴۱۲ھ کا بھی اس موضوع پر ایک رسالہ[۱] موجود ہے جس میں مشائخ و رواۃ کے حالات پر موصوف نے بھی دارقطنی سے پر سوالات کیے تھے اور ان کو سن کر قلمبند کر لیا تھا۔ اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے :-

اخبرنا ابو الفتح محمد بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل بن سلمہ المعروف بسمکویہ الاصبہانی قال قرئ علی الشیخ ابی عبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی بنیسابور فاقر بہ قال سمعت ابا الحسن علی بن عمر بن احمد المہدی الحافظ.

اس رسالہ میں بھی ابوعبدالرحمٰن سلمی نے دارقطنی سے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کے بارے میں جو استفسار کیا ہے وہ حسب ذیل الفاظ میں منقول ہے :

وسألتہ ھل یصح سماع ابی حنیفۃ عن انس؟ فقال لا یصح سماعہ عن انس ولا عن احد من الصحابۃ ولا تصح لہ رؤیۃ انس ولا رؤیۃ احد من الصحابۃ.	میں نے دارقطنی سے سوال کیا کہ کیا امام ابوحنیفہ کا حضرت انسؓ سے سماع ثابت ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی سے نیز ان کے بارے میں نہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رؤیت ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی کی۔[۲]

اب ابوعبدالرحمٰن سلمی کی کتاب السوالات دیکھنے کے بعد بظاہر یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ حافظ سیوطی سے دارقطنی کا قول نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے اور غالباً

---

[۱] اس رسالہ کے قلمی نسخہ کا عکس چوہدری عبدالعزیز صاحب کلکٹر کسٹم کراچی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ [۲] باب النون

دارقطنی امام اعظم کے بارے میں نہ صحابہ سے رؤیت کے قائل ہیں اور نہ روایت کے

بہرحال خلاصہ بحث یہ ہے کہ دارقطنی، خطیب بغدادی اور ابن الجوزی تینوں حضرات صحابہ سے امام اعظم کے سماع کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں ابن الجوزی خطیب سے ناقل ہیں اور خطیب کا دار و مدار دارقطنی کی مذکورہ تصریح پر ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ خطیب اور ابن الجوزی دارقطنی کی ایک بات کو تو مانتے ہیں مگر دوسری بات تسلیم نہیں کرتے۔ یعنی دونوں حضرات اس امر کا تو اقرار کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا مگر اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں کہ انھوں نے حضرت انسؓ سے کوئی روایت سنی بھی تھی حالانکہ جس بنیاد پر یہ دونوں بزرگ دارقطنی کا فیصلہ رؤیتِ انسؓ کے متعلق مسترد کر رہے ہیں، اسی بنیاد پر روایت سے انکار بھی مسترد ہو جاتا ہے۔ طبقات ابن سعدؒ کی وہ روایت جو تابعیت کے ذیل میں گزر چکی ہے اور جس کی صحت کے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں معترف ہیں، اس پر غور کیا جائے تو اس میں رؤیت اور روایت دونوں کا اثبات ہے۔ اس روایت کے اصل الفاظ جو مخدوم محمد ہاشم سندھی نے نقل کیے ہیں، یہ ہیں:

حدثنا الموفق سیف بن جابر	ہم سے موفق سیف بن جابر قاضی واسط نے
قاضی واسط قال سمعت ابا حنیفۃ	بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ
یقول قدم انس بن مالک الکوفۃ	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف
ونزل النخع وکان یخضب بالحمرۃ	لائے اور بنو النخع میں اترے۔ وہ سرخ خضاب
وقد رأیتہ مرارًا۔ ؎	لگاتے تھے۔ میں نے ان کو متعدد مرتبہ دیکھا ہے۔

اس حدیث میں امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں آمد اور محلہ بنی نخع میں ان کے نزول کی خبر دینے کے بعد ان کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ وہ سرخ خضاب لگاتے تھے" یہ ان کے فعل کی خبر ہے، جو حدیث فعلی موقوف ہوئی۔ اصولِ حدیث

؎ اتحاف الاکابر بمرویات شیخ عبدالقادر قلمی

کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ صحابی کے قول، فعل اور عمل کا بیان بھی حدیث ہی کا ایک جز ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایسی حدیث موقوف کہلاتی ہے۔ صحابہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدیث مرفوع کی روایت نہ کی حدیث موقوف کی روایت کی۔ لیکن روایت بہر حال ہو گئی۔

علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ دار قطنی اور خطیب دونوں بزرگ امام اعظمؒ کے فضائل واقعیہ کے انکار میں پیش پیش ہیں۔ امام اعظمؒ کے خلاف ان دونوں حضرات کا تعصب مشہور ہے اور خود ان کی تصانیف اس پر شاہد ہیں۔ جرح و تعدیل کا یہ مسلّمہ اصول ہے کہ انکارِ فضیلت کے سلسلے میں کسی متعصب یا معاند کی بات قابلِ قبول نہیں۔

مذکورہ بالا سات حضرات میں حافظ ابو نعیم اصفہانی بھی ہیں، جنھوں نے "مسند ابی حنیفہ" میں ایک مستقل باب صحابہ سے امام ابو حنیفہ کے سماع کے بیان میں قائم کیا ہے، جس کے الفاظ ہیں:

ذکر من رای ابوحنیفۃ من الصحابۃ وروی عنہم	ان صحابہ کا تذکرہ جن کو امام ابو حنیفہ نے دیکھا ہے اور ان سے روایت کی ہے۔

اور اس کے تحت لکھتے ہیں:

روی عن انس بن مالک وعبداللہ بن الحارث الزبیدی ویقال عبداللہ بن ابی اوفیٰ الاسلمی۔ لہ	امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن الحارث زبیدی سے روایت کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

لہ التعیق القویم صفحہ ۸۸

اسی بزمِ ہفت گانہ کے ایک اور رکن حافظ ابن عبدالبر اندلسی بھی ہیں جنھوں نے کتاب الکنیٰ میں تصریح کی ہے:

وسمع من عبداللہ بن الحارث بن جزء فیعد بذلک من التابعین سلہ	امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے حدیث کا سماع کیا ہے لہٰذا اس بنا پر وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

وسعتِ نظر اور امامتِ فن کے اعتبار سے ان دونوں حضرات کا پایہ دارقطنی اور خطیب سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان میں کوئی حنفی بھی نہیں ہے۔ حافظ ابونعیم اصفہانی شافعی ہیں اور حافظ ابن عبدالبر مالکیہ کے امام ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ دارقطنی اور خطیب کے اساتذہ میں بہت سے محدثین ہیں جو صحابہ سے امام ابوحنیفہ کی روایت کی صاف الفاظ میں تصریح کرتے ہیں، چنانچہ محدث ابوالقاسم علی بن کاس حنفی المتوفی ۳۲۴ھ جو دارقطنی کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں:

من فضائلہ انہ روی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان العلماء اتفقوا علی ذلک واختلفوا فی عددھم فمنھم من قال انھم ستۃ وامرأۃ ومنھم من قال خمسۃ وامرأۃ ومنھم من قال سبعۃ وامرأۃ۔ سلہ	امام ابوحنیفہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے روایت کی ہے، علماء کا اس امر پر اتفاق ہے، البتہ صحابہ کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء ہیں بعض چھ صحابی اور ایک صحابیہ بیان کرتے ہیں جب کہ بعض پانچ اور ایک صحابیہ اور بعض سات اور ایک صحابیہ بتاتے ہیں۔

سلہ التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات - جلد ۲ صفحہ ۳۲۲

سلہ رسالہ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ - قلمی محفوظ کتب خانہ عارف حکمت نمبر ۲۰۲ (کتب التواریخ) یہ رسالہ حسن بن حسین بن احمد الطولونی کی تصنیف ہے جو حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا کے شاگرد ہیں۔

محدث ابن کاس نخعی کی تصریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ سے امام اعظم کی روایت کا مسئلہ ان کے دور تک علماء میں مختلف فیہ نہیں تھا۔

اسی طرح دار قطنی کے مشہور اساتذہ میں حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن جعابی المتوفی ۳۵۵ھ بھی ہیں، جو اپنی کتاب "الانتصار لمذہب ابی حنیفہ" میں صحابہ سے امام اعظم کے سماع کی تصریح کرتے ہیں۔ دار قطنی کے ایک اور استاذ محدث ابو حامد حضرمی نے تو امام اعظمؒ کی صحابہ سے مرویات پر مشتمل احادیث کو ایک مستقل رسالہ میں جمع کر دیا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

خطیب کے اساتذہ میں محدث ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری المتوفی ۴۳۶ھ نے اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ" میں امام ابوحنیفہ کے صحابہ سے سماع پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے:

من لقی ابوحنیفۃ من الصحابۃ وما رواہ عنھم رضی اللہ عنہ وعنھم[۱]

اسی طرح خطیب کے اساتذہ میں امام احمد بن الحسین القدوری المتوفی ۴۳۸ھ نے شرح مختصر کرخی میں صحابہ سے امام اعظم کی روایت کی تصریح کی ہے۔

مذکورہ محدثین وحفاظ کے علاوہ متقدمین اور متأخرین کی ایک بڑی جماعت نے صحابہ سے امام اعظم کی روایت کا اثبات کیا ہے۔ لہٰذا علماء کے ایک جم غفیر کے اثبات کے مقابلہ میں دار قطنی اور خطیب بغدادی کے انکار کی کیا حیثیت ہے، جب کہ اس پر سرے سے کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے۔

۲۴۔ اثبات روایت صحابہ میں نامور محدثین کی مستقل تالیفات

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر بعض اکابر علماء نے جن میں بعض بڑے پایہ کے محدث اور حافظ حدیث بھی ہیں، امام صاحب کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث

---

[۱] محدث صیمری کی اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں موجود ہے۔

پر مستقل جُزء تالیف کیے ہیں۔ اس سلسلہ میں جن حضرات کی تالیفات کا پتہ چل سکا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں :۔

۱۔ محدث ابو حامد حضرمی المتوفی ۳۲۱ھ

۲۔ ابو الحسین علی بن احمد عیسیٰ النہفقی (اخیر قرن رابع)

۳۔ امام عبدالرحمٰن بن محمد سرخسی المتوفی ۴۳۹ھ

۴۔ حافظ ابو سعد سمان المتوفی ۴۴۳ھ

۵۔ محدث ابو معشر عبدالکریم طبری المتوفی ۴۷۸ھ

۶۔ حافظ عبدالقادر قرشی المتوفی ۷۷۵ھ

اب ان حضرات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے :۔

ابو حامد حضرمی

محمد نام، ابو حامد کنیت، "حضرمی" اور "بعرانی" نسبت۔ حضرمی کی یہ نسبت 'بعرانی' سے زیادہ مشہور ہیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے :

محمد بن ہارون بن عبداللہ بن حمید بن سلیمان بن میاح الحضرمی البعرانیؒ۔

بعض علماء نے ان کی تاریخ ولادت ۲۳۰ھ بیان کی ہے۔ لیکن خطیب بغدادی نے خود ان کی زبانی بصراحت نقل کیا ہے کہ میری ولادت ۲۲۵ھ میں ہوئی تھی۔ علامہ سمعانی نے بھی کتاب الانساب میں ان کی تاریخ ولادت یہی نقل کی ہے اور "بعرانی" نسبت کے تحت سب سے پہلے انھیں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن 'الانساب' کے موجودہ نسخہ میں "بعرانی" کی تفصیل کی جگہ بیاض ہے۔ البتہ ابن منظور افریقی نے 'لسان العرب' میں مادہ "بعر" کے تحت لکھا ہے کہ "بنو بعران" ایک قبیلہ ہے۔ اور علامہ زبیدی 'تاج العروس' میں رقمطراز ہیں :

وبنو بعران حیّ کذا فی اللسان	بنو بعران' جیساکہ 'لسان العرب' میں تصریح ہے
وابوحامد محمد بن ھارون	ایک قبیلہ ہے اور ابو حامد محمد بن ہارون بن عبداللہ
بن عبداللہ بن حمید البعرانی	بن حمید بعرانی بفتح باء بغداد کے رہنے والے

بالفتح بغدادي ثقة روى عنه الدارقطني۔ — ثقہ تھے۔ دارقطنی نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ ارباب صحاح ستہ کے ہمزمان ہیں اور بہت سے شیوخ سے روایت حدیث میں ان کے ساتھ شریک بھی ہیں اور باوجود اس امر کے امام بخاری کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہ کیا ہے[۱]۔ ان کے بعض مشہور شیوخِ حدیث کے اسمار گرامی یہ ہیں:-

۱۔ خالد بن یوسف سمتی ۲۔ نصر بن علی الجہضمی ۳۔ ولید بن شجاع سکونی
۴۔ عمرو بن علی۔ ۵۔ اسحاق بن ابی اسرائیل ۶۔ ابو مسلم واقدی ۷۔ محمد بن بشار۔ ابوبکر بندار۔

ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں مشاہیر محدثین کے اسمار گرامی یہ ہیں:-

۱۔ حافظ دارقطنی۔ چنانچہ "سنن دارقطنی" میں ان سے بکثرت احادیث منقول ہیں۔ ۲۔ محمد بن اسماعیل وراق ۳۔ ابوبکر بن شاذان ۴۔ ابوحفص بن شاہین ۵۔ یوسف بن عمر القواس۔ ابوحامد حضرمی

ابوحامد حضرمی بڑے پایہ کے محدث اور نہایت ثقہ تھے۔ حافظ دارقطنی نے ان کو محدثین ثقات میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح ان کے دوسرے شاگرد یوسف بن عمر القواس نے بھی ان کو اپنے ثقہ شیوخ کی فہرست میں درج کیا ہے۔ ان کا انتقال محرم الحرام ۳۲۱ھ میں ہوا۔[۲]

صحابہ سے امام ابوحنیفہ کی روایت پر مشتمل ان کا "جزء" حافظ ابن حجر عسقلانی کی "المعجم المفہرس" اور حافظ ابن طولون دمشقی المتوفی ۹۵۳ھ کی "الفہرست الاوسط" کی مرویات میں داخل ہے۔[۳]

---

[۱] ملاحظہ ہو سنن دارقطنی صفحہ ۹۶ طبع مطبع فاروقی دہلی [۲] ان کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن ہارون۔ کتاب الانساب للسمعانی نسبت قیرانی۔ تاج العروس مادہ "بعر"۔
[۳] ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۱۸۔

۲۔ ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ النہفقی

انھوں نے بھی امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث پر ایک مستقل جزء تالیف کیا ہے۔ یہ جزء محدثین میں متداول رہا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی المعجم المفہرس اور حافظ ابن طولون کی الفہرست الاوسط کی مرویات میں نہفقی کا جزء بھی شامل ہے۔ محدث خوارزمی نے بھی جامع مسانید الامام الاعظم میں اس جزء کی روایات کو نقل کیا ہے۔ [1]

نہفقی کا ترجمہ کتب تاریخ ورجال میں باوجود تلاش کے ہمیں نہیں مل سکا۔ یہ طبقہ میں امام ابوبکر سرخسی سے پہلے ہیں۔

۳۔ امام عبدالرحمٰن بن محمد سرخسی المتوفی ۴۳۹ھ

عبدالرحمٰن نام، ابوبکر کنیت اور سرخسی نسبت ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

ابوبکر عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد السرخسی۔

یہ بڑے بلند پایہ فقیہ اور محدث تھے۔ قاضی القضاۃ دامغانی کے ہم طبقہ ہیں امام ابوالحسن قدوری کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے فضل وکمال کی بنا پر قاضی ممالک الملک عبدالوہاب بن منصور ابن المشتری نے شافعی ہونے کے باوجود ان کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ علم وفضل کے ساتھ ساتھ انتہائی عابد وزاہد بھی تھے۔ حافظ عبدالقادر قرشی 'الجواہر المضیئہ' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکان یدادم الصوم وعرف بالزھد وکسر النفس۔ — یہ صائم الدہر تھے اور زہد و مجاہدۂ نفس میں مشہور تھے۔

صاحب تصانیف ہیں۔ ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کی تالیفات میں کتاب 'التجرید' اور 'مختصر المختصرین' دو کتابوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ان کی تاریخ وفات ۲۳ رمضان المبارک ۴۳۹ھ ہے۔ [2]

---

[1] ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۱۸ [2] امام سرخسی کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ از حافظ عبدالقادر قرشی اور تاج التراجم از حافظ قاسم بن قطلوبغا۔

انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کی صحابہ سے روایت کے سلسلہ میں جو جُزء تالیف کیا تھا اس کو صدر الائمہ موفق بن احمد مکی نے مناقب الامام الاعظم میں اور محدث سبط ابن الجوزی نے "الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح" میں روایت کیا ہے۔[1]

حافظ ابو موسیٰ مدینی المتوفی ۵۸۱ھ نے معرفۃ الصحابہ کے نام سے حافظ ابو نعیم اصفہانی کی کتاب پر جو ذیل لکھا ہے اس میں بھی "جزء الرخسی" کی ایک روایت مذکور ہے۔[2]

۴۔ حافظ ابو سعد سمان المتوفی ۴۴۳ھ

اسماعیل نام، ابو سعد کنیت اور سمان کی نسبت سے مشہور ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:-

ابو سعد اسماعیل بن علی بن الحسین بن زنجویہ الرازی۔

فقیہ، مؤرخ، اصولی، لغوی اور مشہور حافظ حدیث ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:

الحافظ الکبیر المتقن ابو سعد اسماعیل بن علی بن الحسین۔

ان کے شیوخ حدیث کی تعداد کئی ہزار ہے۔ طلبِ حدیث میں بلادِ شام و حجاز و مغرب کو پے سپر کیا۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

دخل الشام والحجاز والمغرب۔[3]

حافظ ابن عساکر نے ان کے شیوخ کی تعداد تین ہزار چھ سو بیان کی ہے جن میں سے حسبِ ذیل حضرات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:-

۱۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن فضالہ ۲۔ ابو طاہر المخلص ۳۔ احمد بن ابراہیم بن فراس مکی ۴۔ عبدالرحمٰن بن ابی نصر دمشقی ۵۔ ابو محمد ابن نحاس مصری

---

[1] ملاحظہ ہو مناقب الامام الاعظم ج۱ ص۲۵۔ الانتصار والترجیح کا طبع مصر ۱۳۶۰ھ

[2] ملاحظہ ہو لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجرد

[3] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ اسماعیل بن علی ابو سعد سمان

حافظ ابو سعد سمان، محدث محمد بن ہارون حضرمی کے بھی بیک واسطہ شاگرد ہیں۔

ان سے بھی ایک جماعت کثیر نے حدیث کی روایت کی ہے جن میں (۱) ابو بکر خطیب بغدادی (۲) عبدالعزیز کتانی (۳) طاہر بن الحسین اور (۴) ابو علی الحداد جیسے بلند پایہ محدثین شامل ہیں۔

حافظ ابو سعد سمان کا شمار فقہ، حدیث، رجال، فرائض اور قرات کے مانے ہوئے ائمہ میں ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں:

وکان اماما بلامدافعۃ فی القراءۃ والحدیث والرجال والفرائض والشروط. عالما بفقہ ابی حنیفۃ و بالخلاف بینہ وبین الشافعی وعالما بفقہ الزیدیۃ۔	یہ قرات، حدیث، رجال، فرائض اور شروط کے بلا مقابلہ امام تھے۔ فقہ حنفی کے عالم تھے۔ فقہ شافعی اور فقہ حنفی کے اختلافی مسائل سے بھی واقف تھے۔ فقہ زیدیہ بھی جانتے تھے۔

حدیث سے ان کو والہانہ لگاؤ اور تعلق تھا۔ فرماتے تھے:

من لم یکتب الحدیث لم یتغرغر بحلاوۃ الایمان.	جس نے حدیث نہ لکھی اس کے حلق تک اسلام کی مٹھاس ہی نہ پہنچی۔

ان کے علم وفضل کے بڑے بڑے فضلاء اور محدثین معترف رہے ہیں۔ چنانچہ محدث دمشق امام عبدالعزیز بن احمد الکنانی المتوفی ۴۶۶ھ جو ان کے شاگرد رشید بھی ہیں ان الفاظ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

کان السمان من الحفاظ الکبار زاھدًا عابدًا.

اور محدث عمر علیمی فرماتے ہیں:

وکان تاریخ الزمان وشیخ الاسلام.

کثیر التصانیف تھے۔ حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں: وصنف کتبا کثیرا ان کی تصانیف میں دس جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر بھی ہے جس کا نام البستان فی تفسیر القرآن ہے۔

۱۔ تفصیلات کے لیے حسب ذیل کتابوں میں ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ۱۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی اور عقائد میں مائل بہ اعتزال تھے۔ حافظ ابن عساکر نے ان کا سنہ[۱] وفات ۴۴۳ھ بیان کیا ہے اور محدث عمر علیمی نے ۴۴۵ھ۔

امام اعظم کی صحابہ سے مرویات پر انھوں نے جو جزء تالیف کیا ہے اس جزء کی روایتیں جامع مسانید الامام الاعظم میں مسند حافظ ابن خسرو کے حوالہ سے مروی ہیں محدث ابو معشر طبری کے روایت کردہ جزء میں بھی آگیا ہے۔ ابو معشر نے اپنے جزء کی تمام روایات ابو سعد سمان ہی کی سند سے نقل کی ہیں۔ جزء ابو معشر کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۵ — محدث ابو معشر عبد الکریم الطبری المقری الشافعی المتوفی ۴۷۸ھ

عبد الکریم نام، ابو معشر کنیت، طبری نسبت اور مقری صفت ہے۔ نسب نامہ یہ ہے:-

ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن علی بن محمد طبری المقری القطان الشافعی۔

حدیث اور قراءت کے مشہور ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اخیر عمر میں مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہاں طویل عرصہ تک انھوں نے قراءت کا درس دیا ہے۔ اسی بناء پر انھیں "مقری اہل مکہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

متعدد شیوخ سے حدیث کا سماع کیا۔ جن میں (۱) ابو عبد اللہ بن نظیف (۲) ابو النعمان تراب بن عمر (۳) عبد اللہ بن یوسف (۴) ابو الطیب الطبری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان کے تلامذہ حدیث میں حسب ذیل حضرات نامی و نامور گزرے ہیں:-

(۱) ابو بکر محمد بن عبد الباقی (۲) ابراہیم بن احمد الصیمری (۳) ابو نصر احمد بن عمر الغازی (۴) محمد بن المسیح الفضی (۵) حسن بن عمر الطبری (۶) ابو القاسم خلف بن نخاس۔

حاشیہ صفحہ گزشتہ:- (۲) الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ للحافظ القرشی (۳) لسان المیزان لابن حجر (۴) شذرات

ابو معشر طبری کا شمار شوافع کے جلیل القدر ائمہ میں ہے علامہ جزری نے "طبقات القراء" میں ان کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

عبدالکریم بن عبدالصمد بن محمد بن علی بن محمد ابو معشر الطبری القطان الشافعی شیخ اہل مکۃ امام عارف محقق استاذ کامل ثقۃ صالح ؎۱

متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ فن قراءت میں ان کی تالیفات میں التلخیص فی القرآت الثمان اور سوق العروس بہت زیادہ مشہور ہیں۔ دیگر تصانیف میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں :-

۱۔ کتاب الدرر فی التفسیر	۲۔ عیون المسائل
۳۔ طبقات القراء	۴۔ الرشاد فی السواد فی شرح القرآت الشاذہ
۵۔ کتاب العدد	

تفسیر ثعلبی کے اس کے مصنف سے براہِ راست راوی ہیں اور مسند احمد اور تفسیر نقاش اپنے شیخ زیدی کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا انتقال مکہ معظمہ میں ۴۷۸ھ میں ہوا۔ ؎۲

امام اعظم کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث پر انہوں نے جو مستقل "جزء" تالیف کیا ہے وہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی المعجم المفہرس اور حافظ ابن طولون دمشقی کی الفہرست الاوسط کی مرویات میں داخل ہے۔ ؎۳ اور علامہ جلال الدین السیوطی نے تبییض الصحیفہ میں

؎۱ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء جلد اول صفحہ ۴۰۱ طبع مطبع سعادہ مصر ۱۳۵۱ھ

؎۲ ان کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو (۱) لسان المیزان (۲) طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی (۳) غایۃ النہایہ فی طبقات القراء للجزری (۴) معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار للذہبی (۵) العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین لتقی الدین محمد الحسنی۔

؎۳ ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۱۸

اس جزء کو نقل کر کے اس کی مرویات پر مفصل کلام کیا ہے۔

امام ابو معشر طبری کا یہ جزء سلطان ملک مظفر عیسٰی بن ابی بکر ایوبی المتوفی ۶۲۴ھ کی مرویات میں بھی داخل ہے۔ چنانچہ موصوف "السہم المصیب فی الرد علی الخطیب" میں رقمطراز ہیں:

فابو حنيفة ادرك جماعة من الصحابة وعاصرهم ومولده يقتضى ذلك فانه ولد سنة ثمانين وعاش الى سنة خمسين ومائة فقد امكن اللقاء لوجود جماعة من الصحابة فى ذلك العصر وقد جمع روايته فى جزء ابو معشر عبد الكريم بن عبد الصمد الطبرى المقرى وهذا الجزء سمعناه ورويناه الاحاديث التى فيه عن سبعة. اخبرنا به الشيخ الفقيه ضياء الدين ابو الخطاب عمر بن ابى الملك بن الارد غانس الحنفى قراءة عليه بظاهر بيت المقدس بقراءة الخطيب بالمسجد الاقصى يومئذ فى يوم الاحد الثانى والعشرين عن شهر ربيع الاول سنة ثلاث وست مئة قال انا القاضى نجم الدين ابو البركات محمد بن على بن محمد الانصارى البخارى قراءة عليه بمدينة اسيوط من اصل سماعه فى جمادى الاولى سنة احدى وثمانين وخمس مائة قال انا القاضى الامام ابو الحسن مسعود بن الحسن اليزدى قال انا الشيخ الامام ابو معشر عبد الكريم بن عبد الصمد المقرى الطبرى قال

ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا وہ ان کے ہمعصر تھے ان کا سال ولادت بھی اسی امر کا مقتضی ہے کیونکہ وہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ تک زندہ رہے چونکہ اس وقت صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی اس لیے ان کی ان سے ملاقات ممکن ہے۔ ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری نے امام صاحب کی صحابہ سے روایت کو ایک جزء میں جمع کر دیا ہے ہم نے اس جزء کا سماع کیا ہے اور اس جزء میں جو سات صحابہ سے حدیثیں مروی ہیں ان کو روایت کیا ہے (اس جزء کی سند حسب ذیل ہے:-) روز یک شنبہ ۲۲ ربیع الاول ۶۰۳ھ کو خطیب مسجد اقصیٰ نے بیت المقدس میں فقیہ ضیاء الدین ابو الخطاب عمر بن الملک بن الارد غانس حنفی کے سامنے اس جزء کو پڑھا اور ہم شریک درس تھے۔ فقیہ ضیاء الدین نے کہا کہ ہم نے جمادی الاولیٰ ۵۸۱ھ میں اس جزء کو قاضی نجم الدین ابو البرکات محمد بن علی بن محمد انصاری بخاری سے شہر "اسیوط" میں ان کے اصل سماعی نسخہ سے پڑھا۔ قاضی نجم الدین نے بتایا کہ ہمیں قاضی امام ابو الحسن مسعود بن الحسن یزدی نے بیان کیا۔ امام ابو الحسن فرماتے ہیں کہ ہمیں شیخ امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری نے فرمایا کہ

هذا ما روى الامام ابو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطی بن یحیی بن زید بن ثابت الانصاری التیمی تیم بن ثعلبة رحمه الله تعالیٰ توفی ببغداد سنة خمسین و مائة عن الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ ۵۱

یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطے بن یحییٰ بن زید بن ثابت انصاری تیمی (تیم بن ثعلبہ کی طرف نسبت ہے) رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن کی بغداد میں ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔

۶۔ حافظ عبد القادر قرشی حنفی المتوفی ۷۷۵ھ

مصر کے مشہور حنفی عالم، محدث نحوی، حافظِ حدیث، فقیہ اور طبقاتِ حنفیہ پر مشہور ترین کتاب الجواہر المضیئہ کے مصنف ہیں۔ ان کا نام عبد القادر، کنیت ابو محمد، قرشی نسبت اور محی الدین لقب ہے۔ سلسلۂ نسب کی تفصیل یہ ہے :-

عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی محی الدین ابو محمد الحنفی المصری۔

شعبان ۶۹۶ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور اساتذۂ فن سے علم حدیث کی تحصیل کی، جن میں حسب ذیل حضرات کے اسماء گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :-

۱۔ رضی طبری ۲۔ ابو الحسن بن صواف ۳۔ حسن بن عمر کردی ۴۔ رشید بن المعلم ۵۔ شریف بن علی ۶۔ عبد العظیم المرسی ۷۔ عبد اللہ بن علی الصنہاجی ۸۔ موفقیہ ست الاحباس۔

حافظ قرشی نے محدث حسن کردی سے مؤطا اور محدث رشید بن المعلم سے "ثلاثیاتِ بخاری" کا سماع کیا تھا۔ حافظ دمیاطی نے بھی ان کو حدیث کی اجازت دی تھی۔ علامہ قرشی کا شمار حفاظ حدیث میں ہے چنانچہ حافظ ابن فہد نے "لحظ الالحاظ" میں جو "تذکرۃ الحفاظ ذہبی"

ع۵ امام ابوحنیفہ کے سلسلۂ نسب میں ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ عربی النسل تھے۔ امام ابو معشر طبری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

۵۱ صفحہ ۲، طبع مکتبۂ اعزازیہ دیوبند ۱۳۵۰ھ

کا ذیل ہے ان کا تذکرہ کیا ہے، جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

"الامام العلامۃ الحافظ"

محدث ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ فقیہ، مفتی، مدرس اور مصنف بھی تھے۔ فقہ سے خصوصی شغف تھا، مدت دراز تک آپ مسند تدریس و افتاء پر فائز رہے۔ بے شمار طلبہ نے جن میں نامور حفاظ حدیث بھی تھے، آپ سے کسب فیض کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے تلامذہ کی فہرست میں اپنے شیخ حافظ ابو الفضل زین الدین عراقی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ حسب ذیل تصانیف آپ نے یادگار چھوڑی ہیں:-

۱۔ العنایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ۲۔ الحاوی فی شرح معانی الآثار للطحاوی

۳۔ تہذیب الاسماء الواقعہ فی الہدایہ والخلاصہ

۴۔ البستان فی فضائل النعمان

۵۔ الوسائل فی تخریج احادیث خلاصۃ الدلائل

۶۔ کتاب فی المؤلفۃ قلوبہم ۷۔ اوہام الہدایہ

۸۔ الدر المنیفہ فی الرد علی ابن ابی شیبہ فیما اوردہ علی ابی حنیفہ

۹۔ الاعتماد فی شرح الاعتقاد ۱۰۔ شرح الخلاصہ

۱۱۔ مختصر فی علوم الحدیث ۱۲۔ الوفیات

۱۳۔ الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ

حافظ ابن حجر نے ان کے خط کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ان کا خط نہایت پاکیزہ تھا۔ ماہ ربیع الاول ۷۷۵ھ میں انھوں نے قاہرہ میں انتقال کیا۔[1] صحابہؓ سے امام ابو حنیفہؒ کی مرویات کے سلسلہ میں انھوں نے جو مستقل جزء تالیف کیا ہے اس کے متعلق الجواہر المضیئہ کے مقدمہ میں امام اعظمؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] ان کے ترجمے کے لیے ملاحظہ ہو (۱) الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ لابن حجر (۲) لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ لتقی الدین بن فہد کی صفحہ ۵ (۳) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب لعبد الحی بن العماد الحنبلی المتوفی ۱۰۸۹ھ۔

وذکرت فی هذا الجزء من سمعه من الصحابة و من رآه۔ — میں نے اس "جزء" میں ان صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جن سے امام ابو حنیفہؒ نے حدیثیں سنی ہیں اور ان کی زیارت کی ہے۔

یہ ہیں وہ حضرات جنہوں نے صحابہؓ سے امام اعظمؒ کی روایت پر مستقل اجزاء تالیف کیے ہیں۔ ان حضرات کے تراجم سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کس جلالتِ شان کے حامل تھے۔ اس پر بھی غور کر لیجیے کہ ان اجزاء کے مدونین میں حنفی بھی ہیں اور شافعی بھی، بلند پایہ فقیہ بھی ہیں اور محدث و حافظِ حدیث بھی۔ پھر ان اجزاء کی روایت جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے محدثین میں متداول بھی رہی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں امام ابو حنیفہؒ کے تذکرہ میں جو یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

وذکر بعضهم انه روی عن سبعة من الصحابة۔ واللہ اعلم [1] — بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے سات صحابہؓ سے روایت بھی کی ہے۔

۲۳- روایتِ صحابہ کے اثبات پر حافظ ابن حجرؒ کی تنقید اور اس کا جواب

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض اجزاء ان کی نظر سے بھی گزرے ہیں۔ حافظ موصوف نے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے روایت کی صحت پر نہ تو کوئی جرح کی ہے اور نہ اس بارے میں انہوں نے کسی خدشہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن ان کے برخلاف حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سلسلہ میں یہ اظہارِ خیال فرمایا ہے:

وقد جمع بعضهم جزءا فیما ورد من روایة ابی حنیفة عن الصحابة لکن لا یخلو اسنادها من ضعف۔ [2] — اور بعض حضرات نے صحابہ سے امام ابو حنیفہ نے جو روایتیں کی ہیں ان کے بارے میں مستقل جزء جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہیں۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ حافظ صاحب کی یہ جرح مبہم ہے اور اصولِ حدیث کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جرحِ مبہم ناقابلِ اعتبار ہے۔ معلوم نہیں حافظ صاحب کی نظر سے اس موضوع

---

[1] ترجمہ ابو حنیفہ "بذیل ۱۵۰ھ"

[2] تعلیق العیید بر حاشیہ کشف الاستار صفحہ ۱۳۲۔

... یا صرف حسن ہے۔ بہر حال حافظ صاحب کے مذکورہ بالا الفاظ لکن لایخلو اسنادها من ضعف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو ان کی اسانید میں صرف ضعف کی شکایت ہے، وضع و اتہام یا کذب کا وجود ان کی نظر میں بھی ان اجزاء میں سرے سے موجود نہیں ہے اور یہ بھی اصولِ حدیث کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ مناقب ضعیف روایات سے بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔ خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں بہت سے ایسے صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جن کی صحابیت ایسی ہی روایات سے ثابت ہے۔

چنانچہ الاصابہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

انی اوردت فی القسم الاول من وردت صحبتہ بطریق الروایۃ سواء کانت الطریقۃ صحیحۃ او حسنۃ او ضعیفۃ۔

میں پہلی قسم میں ان لوگوں کو لایا ہوں جن کا صحابی ہونا بطریق روایت ثابت ہے خواہ روایت کی سند صحیح ہو یا حسن ہو یا ضعیف۔

دیکھیے یہاں حافظ صاحب نے صاف اقرار فرمالیا ہے کہ وہ قسم اول کے صحابہ میں ایسے لوگوں کا بھی شمار کریں گے کہ جن کی صحبت کا ثبوت بطریق ضعیف وارد ہوا ہے اور یہی حافظ صاحب کی تصریح امام صاحبؒ کی روایت کے بارے میں بھی ہے۔ حافظ صاحبؒ کی ان دونوں عبارتوں کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کر لیجیے کہ جس اصول پر حافظ صاحب کے نزدیک قسم اول کے صحابہؓ کی صحابیت ثابت ہوتی ہے اسی اصول پر امام صاحب کی روایتِ صحابہ بھی ان کے نزدیک ثابت ہے۔

کتنے تعجب کا مقام ہے کہ کسی صحابی کی صحابیت کے بارے میں کوئی روایت ضعیف ملے تو ایسے صحابی کو قسم اول میں داخل کیا جائے ۔ اور امام اعظم کی صحابہؓ سے روایت کردہ کسی حدیث میں ضعف ہو تو اس پر جرح مبہم کر کے اس کی اہمیت کو مجروح کر دیا جائے۔

حافظ صاحب کے مشہور شاگرد علامہ سخاوی نے بھی "فتح المغیث" میں عالی اور نازل کی بحث میں امام صاحبؒ کی "وحدان" کا ذکر کرتے ہوئے یہی وطیرہ اختیار کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

والوحدان فی حدیث الامام ابی حنیفۃ لکن بسند غیر مقبول اذ المعتمد انہ لا روایۃ للامام من احد من الصحابۃ۔ ؎۱

امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں "روایات وحدان"؎ ہیں، لیکن غیر مقبول سند کے ساتھ۔ اس لیے کہ معتمد بات یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی سے روایت نہیں کی۔

غیر مقبول کے الفاظ بھی ضعف ہی پر دلالت کرتے ہیں، اتہام بالکذب یا وضع کو نہیں بتلاتے یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عالی اور نازل کی بحث میں جو اصول حدیث کا ایک مستقل عنوان ہے "وحدان" کی مثال میں امام صاحبؒ کی روایات ہی قابل ذکر سمجھی جاتی ہیں۔ کیونکہ محدثین نے امام اعظم کی روایات کی جمع وتدوین پر خاص توجہ دی ہے اور تمام تابعین میں یہ خصوصیت صرف امام ابوحنیفہ کو حاصل ہے کہ ان کی ان تمام روایات کو جو صحابہ سے انھوں نے سنی تھیں، بڑے بڑے نامور محدثین نے مستقل طور پر علٰحدہ جمع کیا جن میں سے بعض کے نام ابھی آپ کی نظر سے گزرے۔ بہرحال ان روایات کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ اور ان کے خلیفہ حافظ سخاوی جو متاخرین میں بڑے بالغ نظر سمجھے جاتے ہیں اس سے سخت ریمارک پیش نہ کرسکے کہ یہ روایات ضعف سے خالی نہیں۔ اور یہ سن کر شاید تعجب ہو کہ امام صاحبؒ کی "وحدان" ثبوت کے لحاظ سے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سُنن ابن ماجہ کی "ثلاثیات" سے زیادہ قوی ہیں کیوں کہ حافظ سخاوی ثلاثیاتِ ابن ماجہ" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وخمسۃ احادیث فی ابن ماجۃ لکن من طرق بعض المتھمین ؎۲

اور سُنن ابن ماجہ میں پانچ ثلاثی احادیث ہیں، لیکن وہ بعض متہم لوگوں کی سند سے ہیں۔

اصولِ حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ متہم کا لفظ دوسرے درجہ کی جرح ہے اور ضعیف کا لفظ پانچویں درجہ کی۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابن ماجہ کی "ثلاثیات" صحت کے اعتبار سے امام صاحبؒ کی "وحدان" سے تین درجہ فروتر ہیں۔ اسی لیے جلال الدین السیوطی کو تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃؒ میں ناچار یہ کہنا پڑا:

؎۱ صفحہ ۳۲۸ ؎ یعنی وہ روایتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیک واسطہ مروی ہیں۔
؎۲ فتح المغیث صفحہ ۳۲۷

هذا اخر ما ذكره الحافظ ابن حجر	یہ آخری بات ہے جو حافظ ابن حجر نے ذکر کی۔
وحاصل ما ذكره هو وغيره الحكم	حافظ صاحب وغیرہ نے اس بحث میں جو کچھ بیان کیا
على اسانيد ذلك بالضعف وعدم	اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ ان روایات کی اسانید پر
الصحة لا بالبطلان. وحينئذ	ضعف اور عدم صحت کا حکم لگاتے ہیں اس کو باطل نہیں
فسهل الامر فی ایرادها لان	کہتے اور اس صورت میں ان روایات کے بیان کرنے
الضعيف يجوز روايته ويطلق	کا مسئلہ آسان ہے کیونکہ حدیث ضعیف کی روایت بھی
عليه انه وارد كما صرحوا.	جائز ہے اور اس کے بارے میں یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ
۵۰	روایت آئی ہے چنانچہ علماء نے اس مسئلہ کی تصریح کر دی ہے۔

اور اسی لیے حافظ سیوطی نے اپنی مشہور کتاب "جمع الجوامع" میں جو حدیث پر ان کی سب سے مبسوط ترین تصنیف ہے اور جس کے بارے میں خود ان کی تصریح ہے کہ

ما اوردت فيه حديثاً موضوعاً اتفق	میں نے اس کتاب میں کوئی موضوع حدیث درج نہیں
المحدثون على تركه وردہ۔ ۵۱	کی کہ جس کے رد اور ترک پر محدثین کا اتفاق ہو۔

حدیث مَنْ تفقّہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمّہ الخ کو زیب قرطاس کیا ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس کو امام اعظم رحمہ اللہ نے براہ راست حضرت انس بن مالکؓ اور عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہما سے سن کر روایت کیا ہے۔ اور ان دونوں حضرات کا شمار مشہور صحابہ میں ہے۔

چنانچہ جمع الجوامع کی اصل عبارت یہ ہے :-

من تفقه في دين الله كفاه الله	جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا اللہ تعالیٰ
همه ورزقه من حيث لا يحتسب	تمام معاملات میں اس کی کفالت کرے گا اور اس کو
الرافعي عن ابي يوسف عن ابي حنيفة	وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کو وہم و گمان

---

۵۰ صفحہ ۱۳۲ بر حاشیہ کشف الاستار

؂ واضح رہے کہ "صحت" محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے اس کی نفی سے روایت کے حسن ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی کجا کہ اس کو بے اصل، باطل یا موضوع قرار دیا جائے۔ بس اتنی بات ہے کہ حدیث ضعیف قوت میں حسن یا صحیح کے برابر نہیں ہوا کرتی۔

۵۱ "مقدمہ لمعات شرح مشکوٰۃ" از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۳۴ طبع مطبع معارف علمیہ لاہور ۱۳۱۹ھ

عن انس (الخطیب، وابن النجار) عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ عن عبداللہ بن جزء الزبیدی۔

ملہ

بھی نہ ہوگا۔ اس روایت کو رافعی نے بطریق ابی یوسف عن ابی حنیفۃ عن انس اور خطیب وابن النجار نے بطریق ابی یوسف عن ابی حنیفۃ عن عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی روایت کیا ہے۔

انصاف سے دیکھا جائے تو امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنے کا مسئلہ اتنا اہم نہ تھا جتنا اس کو بنا دیا گیا ہے اور پھر ان احادیث کی تحقیق میں کہ جن میں امام صاحبؒ کا صحابہؓ سے سماع مذکور ہے حد سے زیادہ سختی برتی گئی ہے۔ اگرچہ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ ان روایات پر کلام کا منشا کیا تھا اور اس سلسلہ میں کونسا جذبہ کارفرما تھا۔ شافعی مؤرخین کا یہ طرز عمل ہے کہ جب بھی ائمۂ حنفیہؒ کے مناقب کا بیان ہوتا ہے تو ان کے یہاں تحقیقات کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک ایک بات کو نقد و جرح کی کسوٹی پر پوری طرح پرکھا جاتا ہے لیکن جب اپنے ائمہ کا ذکر چھڑتا ہے تو ساری تحقیقات بالائے طاق رکھ دی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر امام صاحب کی تابعیت کی بحث کو ہی لے لیجیے۔ حافظ ابن حجر نے رؤیت صحابہؓ کا اقرار کیا تو صحابہؓ سے امام صاحب کی روایت کو ضعیف قرار دے دیا۔ حالانکہ خود حافظ صاحبؒ نے تقریب التہذیبؒ کے مقدمہ میں جو امام شافعی کو تبع تابعی بتایا ہے تو اس کے ثبوت میں کسی ایک ضعیف روایت کو بھی پیش نہیں کیا ہے۔ اور اس دعوے کا ثبوت آج بھی ان حضرات کے ذمہ ہے جو حافظ صاحب کے اس دعوے کی تائید کریں۔

۳۴۔ وہ احادیث جو امام صاحب نے صحابہ سے روایت کی ہیں۔

افسوس ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بحث میں اس جلالت شان کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی بجا طور پر ان سے توقع کی جا سکتی تھی۔ اگر حافظ صاحب ذرا غور سے کام لیتے تو ان کے سامنے ایسی حدیثیں موجود تھیں جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان میں صحابہ سے امام صاحبؒ کی روایت بصراحت موجود ہے۔ مثال کے طور چند حدیثیں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

ملہ ملاحظہ ہو کنز العمالؒ جلد ۵ صفحہ ۲۰۰ کتاب العلم من قسم الاقوال، و منتخب کنز العمالؒ جلد ۴ صفحہ ۳۵ کتاب العلم بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل طبع مصر۔ اس حدیث کی صحت پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

۳۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت

۱ا- طبقات ابن سعدؒ کی مذکورہ سابق روایت کے الفاظ پر ایک مرتبہ پھر غور کیجیے، حدیث کا پورا متن مع سند درج ذیل ہے۔

حدثنا الموفق سیف بن جابر	ہم سے موفق سیف بن جابر قاضی واسط نے
قاضی واسط قال سمعت اباحنیفۃ	بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ حضرت
یقول قدم انس بن مالکؓ الکوفۃ	انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے اور نخع
ونزل النخع وکان یخضب بالحمرۃ	میں اترے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے تھے اور میں
وقد رأیتہ مرارا۔ [1]	نے انہیں متعدد بار دیکھا ہے۔

کان یخضب بالحمرۃ حدیث فعلی ہے جس کو امام صاحبؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے براہ راست روایت کر رہے ہیں۔ اس کی سند کے بارے میں خود حافظ صاحب کو تسلیم ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی روایت کو بنیاد بنا کر حافظ صاحب نے امام صاحبؒ کی تابعیت کے حق میں فتویٰ دیا ہے۔ لہذا اب یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے جو مرویات ہیں ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں حافظ ابن حجر جیسے شخص کے شایان شان نہیں ہے۔

۳۶- حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے امام صاحبؒ کی روایت پر تفصیلی بحث

۱۲- پھر معاملہ صرف اسی ایک روایت تک محدود نہیں ہے بلکہ ہمارے سامنے امام صاحبؒ کی بعض ایسی مرفوع روایتیں بھی موجود ہیں جن کا سلسلہ رواۃ ضعف سے یکسر خالی ہے اور وہ صحت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہیں چنانچہ حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن محمد بن سبرۃ الجعابی، المتوفی ۳۵۵ھ اپنی کتاب "الانتصار لمذہب ابی حنیفۃ" میں فرماتے ہیں:

حدثنی ابو علی عبید [2] اللہ بن جعفر	مجھ سے ابو علی عبید اللہ بن جعفر رازی نے اس
الرازی من کتاب فیہ حدیث ابی حنیفۃ	کتاب میں سے جس میں امام ابوحنیفہ کی حدیثیں درج
حدثنا ابی عن محمد بن سماعۃ عن	تھیں بیان کیا کہ ہم سے ہمارے والد نے محمد بن سماعہ
ابی یوسف قال سمعت اباحنیفۃ یقول	کے واسطے امام ابو یوسف سے بیان کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو کہتے

---

[1] اتحاف الاکابر بمرویات الشیخ عبدالقادر (قلمی) وعقود الجمان فی مناقب النعمان باب ثالث

[2] مناقب کے مطبوعہ نسخوں میں طباعت کی غلطی سے عبیداللہ کے بجائے عبداللہ بن گیا ہے۔

حججت مع ابی سنة ست وتسعین و
لی ست عشرة سنة فاذا انا بشیخ قد
اجتمع علیه الناس فقلت لابی من هذا
الشیخ قال هذا رجل قد صحب النبی
صلی اللہ علیه وسلم یقال له عبد اللہ بن
الحارث بن جزء الزبیدی فقلت
لابی ای شیء عنده؟ قال احادیث
سمعها من النبی صلی اللہ علیه وسلم
قلت قدمنی الیه حتی اسمع
منه فتقدم بین یدی فجعل
یفرج عنی الناس حتی دنوت منه
فسمعت منه یقول قال رسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم من تفقه
فی دین اللہ کفاه اللہ همه
ورزقه من حیث لا یحتسب
[1]

ہوئے سُنا کہ میں نے ۹۶ھ میں حج کیا جب کہ میری عمر
سولہ سال تھی اپنے والد کے ساتھ حج کیا تو کیا دیکھتا
ہوں کہ ایک بزرگ کے گرد لوگوں کا مجمع ہے۔ میں نے
اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ انھوں نے
جواب دیا کہ یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، ان کا نام عبداللہ
بن الحارث بن جزء الزبیدی ہے۔ میں نے اپنے والد سے
پُوچھا کہ ان کے پاس کیا چیز ہے (جو مجمع لگا ہے) انھوں
نے جواب دیا احادیث ہیں جن کو انھوں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ میں نے کہا مجھے ان کے پاس لے
چلیے تاکہ میں ان سے حدیثیں سنوں، چنانچہ وہ میرے
آگے ہولیے اور میرے لیے راستہ صاف کرنے لگے یہاں تک
کہ میں ان کے قریب ہو گیا اور میں نے ان کو یہ کہتے
ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا، اللہ تعالیٰ
تمام معاملات میں اس کے لیے کافی ہوگا اور اس کو
وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کو وہم و گمان بھی
نہ ہوگا۔

حافظ ابوبکر جعابی، محدث حاکم نیشاپوری، حافظ ابونعیم اصفہانی اور دارقطنی کے شیخ اور مشہور حفاظ حدیث میں ہیں۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔ حدیث و رجال کے اکابر ائمہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ سند کے باقی رُواۃ یہ ہیں۔

۱۔ ابو علی عبید اللہ بن جعفر رازی   ۲۔ جعفر بن محمد رازی

---

[1] ملاحظہ ہو مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد کی صفحہ ۲۵ جلد ۱

۳ محمد بن سماعہ ۴- قاضی ابو یوسف

امام ابو یوسف کی جلالتِ شان محتاجِ بیان نہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ بقیہ حضرات سہ گانہ کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:-

۱؎- عبید اللہ بن جعفر بن محمد ابو علی۔ یہ ابن الرازی کے نام سے مشہور ہیں۔ ابو بکر ابن ابی الشیخ کے پڑوسی تھے۔ حدیث کا سماع (۱) عباس بن محمد دوری (۲) ابراہیم بن نصر کندی (۳) حسن بن علی بن عفان عامری (۴) حسین بن فہم اور ان کے ہمعصر دیگر محدثین سے کیا ہے۔

تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) حافظ ابو بکر بن جعابی (۲) حافظ ابن المقری (۳) حافظ ابو جعفر عقیلی (۴) سعد بن محمد صیرفی (۵) ابو الحسین بن البواب (۶) محمد بن عبید اللہ بن شخیر (۷) ابو العباس بن مکرم (۸) ابن الثلاج۔

ان کا انتقال ۳۲۱ھ میں ہوا۔ حافظ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ان کو ثقہ کہا ہے۔ [۵۱]

۲؎- جعفر بن محمد ابو الفضل المہدی الرازی۔ یہ عبید اللہ بن جعفر رازی مذکور کے والد اور مشہور محدث عبد الرحمٰن بن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ صاحب کتاب الجرح والتعدیل کے شیوخ حدیث میں ہیں۔ ابن ابی حاتم نے اپنے وطن "رے" میں ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ جعفر نے محمد بن سماعہ کے علاوہ عبد الرحمٰن دمشقی اور یحییٰ بن المغیرہ المتوفی ۲۵۳ھ سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے

سمعت منه بالري وهو صدوق ۔ [۵۲]

۳؎- محمد بن سماعہ۔ مشہور ائمہ ثقات میں ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ "تقریب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

محمد بن سماعة بن عبيد الله بن هلال — محمد بن سماعہ بن عبید اللہ بن ہلال تمیمی کوفی حنفی

۵۱؎ تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۵۱ طبع مصر

۵۲؎ کتاب الجرح والتعدیل صفحہ ۴۸۸ جلد ۱ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۲۷۱ھ

التيمي الكوفي القاضي الحنفي صدوق من العاشرة مات سنة ثلاث وثلاثين وقد جاوز المائة	قاضی صدوق ہیں۔ دسویں طبقہ میں ہیں۔ ۲۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔

اور "تہذیب التہذیب" میں رقم طراز ہیں:

وقال القاضي ابو عبد الله الحسين بن علي الصيمري ومن اصحاب ابي يوسف ومحمد جيشا محمد بن سماعة وهو من الحفاظ الثقات[1]	قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری کہتے ہیں: امام ابویوسف اور امام محمد دونوں کے اصحاب میں محمد بن سماعہ بھی ہیں، ان کا شمار ثقہ حفاظ میں ہے۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے امام ابوحنیفہ کی جو "مسند" لکھی ہے اس میں بھی انھوں نے یہ روایت اسی اسناد کے ساتھ اپنے شیخ حافظ ابوبکر بن الجعابی سے روایت کی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

حدثنا محمد بن عمر بن سلم البغدادی وكتبت عنه غير حديث وكان فيما قرئ عليه واذن لی فی الرواية عنه. وحدثنی عنه بهذا الحديث خاصة ابوبكر محمد بن احمد بن عمر ومحمد بن ابراهيم بن علی قالا حدثنا محمد بن عمر بن سلم حدثنی عبيد الله بن جعفر الرازی ابو علی من كتاب ابيه عن محمد بن سماعة عن ابی يوسف قال سمعت اباحنيفة يقول حججت. (الحديث)

محمد بن عمر بن سلم بغدادی حافظ ابوبکر بن الجعابی ہی ہیں۔ "مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن" کے کتب خانے میں "مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی" کے مخطوطہ کا عکس موجود ہے۔ اس میں یہ حدیث اسی طرح مرقوم ہے۔ مطبوعہ کتابوں میں سبط ابن الجوزی کی "الانتصار والترجیح" میں بھی یہ روایت "مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی" کے حوالہ سے منقول ہے[2]۔ مگر وہاں طباعت کی غلطی سے عُبیداللہ کا عبداللہ بن گیا ہے جس کی تصحیح مولانا ابوالوفاء افغانی صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی معرفت مجلس کے قلمی نسخہ سے کی گئی ہے۔ حافظ ابونعیم اصفہانی کی "مسند ابی حنیفہ" کے حوالہ سے ان کی یہ تصریح سابق میں نقل کی جاچکی ہے کہ

---

[1] جلد ۹ صفحہ ۲۰۴

[2] صفحہ ۱۱-۱۲ طبع مصر

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ بن مالک، عبداللہؓ بن الحارث زبیدی اور عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔"

امام غزالی نے بھی اس حدیث کے متن کو "احیاء العلوم" میں ذکر کیا ہے۔ اور حافظ سید مرتضیٰ زبیدی نے "اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین" میں اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے اس کے متعدد طرق کو بیان کیا ہے۔ ان طرق میں حافظ ابن المقری اور ابن عبدالبر کا طریقہ بھی ہے اور یہ بعینہٖ وہی اسناد ہے جس اسناد سے اس کو حافظ ابوبکر بن جعابی روایت کرتے ہیں، چنانچہ زبیدی کے الفاظ ہیں:

واخرجہ ابن المقری فی مسندہٖ	اس حدیث کو ابن المقریؒ نے اپنی "مسند" میں
وابن عبدالبر فی العلم من روایۃ	اور ابن عبدالبر نے "العلم" میں بروایت "ابوعلی
ابی علی عبیداللہ بن جعفرالرازی عن ابیہ	عبیداللہ بن جعفر رازی عن ابیہ عن محمد بن سماعہ عن
عن محمد بن سماعۃ عن ابی یوسف[1]	ابی یوسف" بیان کیا ہے۔

حافظ زبیدی نے اس سند کو دو کتابوں کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ایک "مسند ابن المقری" اور دوسرے ابن عبدالبر کی "کتاب العلم"۔ مسند ابن المقری سے مراد حافظ ابن المقری کی مسند ابی حنیفہؒ ہے، جو محدثین میں بڑی مقبول اور متداول رہی ہے۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کی تصانیف میں امام صاحب کی مسند کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

وقد صنف مسند ابی حنیفۃ..[2]	انھوں نے مسند ابی حنیفہ تصنیف کی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی "تعجیل المنفعۃ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وقد اعتنی الحافظ ابومحمد	حافظ ابومحمد حارثی نے اور وہ ۳۰۰ھ کے بعد
الحارثی وکان بعد الثلاث مائۃ	ہوئے، امام ابوحنیفہ کی احادیث سے خاص طور پر
بحدیث ابی حنیفۃ فجمعہ فی	اعتنا کیا ہے۔ اور ان کو مستقل طور پر ایک علیحدہ
مجلدۃ ورتبہ علی شیوخ ابی حنیفۃ	جلد میں یکجا کرکے شیوخ ابی حنیفہ پر مرتب کردیا ہے

---

[1] صفحہ ۷، جلد اول طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ [2] جلد ۳ صفحہ ۹۷۳، طبع سوم

وكذلك خرج المرفوع منه الحافظ ابوبكر بن المقرئ وتصنيفه اصغر من تصنيف الحارثي ونظيره مسند ابي حنيفة للحافظ ابي الحسين بن المظفر۔ [1]

اسی طرح امام صاحبؒ کی مرویات میں جو مرفوع احادیث تھیں ان کی حافظ ابوبکر بن المقرئ نے علیحدہ تخریج کی۔ ان کی تصنیف حارثی کے مقابلہ میں مختصر ہے اور مسند ابی حنیفہ للحافظ ابوالحسین بن مظفر سے ملتی جلتی ہے۔

"مسند ابی حنیفہ" للحافظ ابن المقرئ کی مذکورہ بالا سند کی مزید تحقیق کے سلسلہ میں حافظ سید مرتضیٰ زبیدی، حافظ قاسم بن قطلوبغا کی "امالی" کے حوالے سے ان کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

واما السند الذي ساقه ابن المقرئ هكذا رأيته في اصل شيخنا من "مسنده"۔ [1]

وہ سند جس کو ابن المقرئ نے بیان کیا ہے: میں نے اس کو اپنے شیخ (حافظ ابن حجر) کے پاس "مسند ابن المقرئ" کا جو اصل نسخہ تھا اس میں اسی طرح دیکھا ہے۔

جس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے پاس جو "مسند ابن المقرئ" کا اصل نسخہ تھا اس میں یہ سند بعینہٖ اسی طرح منقول تھی۔

حافظ ابن عبدالبر کی "العلم" سے مراد ان کی مشہور کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ وماینبغی فی روایتہ وحملہ" ہے اس میں بھی یہ روایت موجود ہے[2]۔ لیکن جامع بیان العلم کے مطبوعہ نسخہ میں تصحیح کا اہتمام نہ ہونے کی بنا پر سند اور متن دونوں میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں جن کی تصحیح حافظ عبدالقادر قرشی کی "الجواہر المضیئہ"[3] اور حافظ زبیدی کی "اتحاف السادۃ المتقین" اور مذکورہ بالا عبارات کو سامنے رکھ کر کرلینی چاہیے۔

---

[1] صفحہ ۶ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن — [1] اتحاف السادۃ المتقین ص۳ جلد اول

[2] ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۴۵ طبع منیریہ مصر

[3] ملاحظہ ہو ترجمہ عبداللہ بن جعفر رازی

بہرحال حافظ ابن المقریؒ اور حافظ ابن عبدالبر دونوں نے اس کی تخریج ایک ہی سند سے کی ہے۔ یہ سند جیساکہ سابق میں گزرا تمام شروطِ صحت کی جامع ہے۔ متاخرین نے صحت سند کے لیے پانچ شرطیں رکھی ہیں، تین وجودی اور دو سلبی۔ وجودی شرائط حسب ذیل ہیں (۱) عدالت راوی (۲) کمال ضبط (۳) اتصال سماع۔ اور سلبی شرطیں دو ہیں (۱) عدم شذوذ (۲) انتفاء علت۔ اس حدیث کے تمام راوی عادل اور ضابط ہیں۔ سلسلۂ سند میں سماع کا اتصال ہے، شذوذ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ روایت فرد ہے۔ چنانچہ حافظ ابونعیم اصفہانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهذا لا يعرف له تخريج الا من	حضرت ابن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے
هذا الوجه عن ابي الحارث بن جزء	اس حدیث کی تخریج کا صرف ایک یہی طریق معروف ہے
وهو ما تفرد به محمد بن سماعة	اور یہ وہی طریق ہے جس کی روایت کرنے میں محمد
عن ابي يوسف عن ابي حنيفة۔ اھ؎	بن سماعہ بروایت ابی یوسف عن ابی حنیفہ منفرد ہیں۔

واضح رہے کہ حافظ ابونعیم اصفہانی نے "مسند ابی حنیفہ" میں ہر حدیث کے طرق کی تفصیل بیان کرنے کا التزام کیا ہے۔ چونکہ یہ حدیث فرد تھی اس لیے اس کے فرد ہونے کی انھوں نے تصریح کر دی۔ فرد ہونا صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔ صحیحین میں دو سو کے قریب افراد و غرائب موجود ہیں۔

رہا انتفاء علت کا مسئلہ تو اس کے بارے میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح حدیث انما الاعمال بالنیات حضرت عمرؓ سے لے کر یحییٰ بن سعید انصاری کے طبقہ تک فرد رہی اور اس کے بعد پھر اس کے بہت سے طرق ہو گئے۔ اسی طرح یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ سے لے کر محمد بن سماعہ کے طبقہ تک فرد رہی ہے جیساکہ حافظ ابونعیم اصفہانی کی تصریح ابھی گزری ہے۔ پھر محمد بن سماعہ کے بعد اس کے متعدد طرق ہو گئے کیونکہ ابن سماعہ سے اس کو ان کے متعدد تلامذہ نے نقل کیا ہے اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں

؎ التعلیق القویم صفحہ ۵۹

کہ ان پر محدثین کی جرح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے اس کے تمام طرق کا تفحص نہیں کیا انھوں نے حدیث کی عدم صحت کا حکم لگادیا اور تعجب ہے کہ حافظ ذہبی بھی اس غلطی کے حامل ہیں۔ چنانچہ "میزان الاعتدال" میں احمد بن الصلت حمانی کے تذکرہ میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هٰذا كذبٌ فان ابن جزء مات بمصر ولابي حنيفة ست سنين والآفة من احمد بن الصلت كذاب۔

یہ جھوٹ ہے کیونکہ عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ کا مصر میں اس وقت انتقال ہوا جب کہ امام ابوحنیفہ چھ سال کے تھے۔ اور یہ آفت ڈھائی ہوئی احمد بن الصلت کی ہے جو کذاب تھا۔

حافظ ذہبی کا اس بارے میں احمد بن الصلت کو متہم کرنا صحیح نہیں کیونکہ ہم نے جو سند پیش کی ہے اس میں ابن الصلت سرے سے موجود ہی نہیں ہے لہٰذا اس آفت کو احمد بن الصلت کے سر ڈالنا اور حدیث کی صحت سے انکار کردینا خود ایک آفت ہے۔

رہی یہ بات کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا ہے یہ خود اپنی جگہ محل نظر ہے۔ کیونکہ ان کے سنہ وفات کی تعیین میں محدثین کا اختلاف ہے۔

اور حافظ ذہبی سے زیادہ حافظ عراقی پر تعجب ہے کہ انھوں نے "تخریج احادیث احیاء" میں عبداللہ بن الحارث بن جزء کی وفات کے سلسلہ میں یہاں تک فرمادیا ہے:

وقد توفی عبد اللہ بن الحارث قبل سنۃ تسعین بلاخلاف۔ ۱؎

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کا ۹۰ھ سے پہلے انتقال ہوا ہے۔

حالانکہ یہ بات قطعاً صحیح نہیں۔ چنانچہ محدث علی بن محمد بن عراق کنانی المتوفی ۹۶۳ھ اپنی کتاب "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ" میں فرماتے ہیں:

۱؎ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ جلد اول صفحہ ۲۵۲

ونقل شمس الائمة الكردري في مناقب ابي حنيفة الحديث ونقل ما تعقب به كنحو ما هنا ثم نقل عن الحافظ ابي بكر الجعابي وبرهان الاسلام الغزنوي انهما حكيا ان عبدالله بن الحارث مات سنة تسع وتسعين قال الكردري وعلى هذا فتمكن الرواية المذكورة (قلت) وهذا يعكر على قول الحافظ العراقي انه مات قبل سنة تسعين بلا خلاف والله اعلم .[1]

شمس الائمہ[2] کردری نے مناقب ابی حنیفہؒ میں اس حدیث کو نقل کرکے اسی قسم کا اعتراض جو یہاں مذکور ہوا بیان کیا ہے اور پھر حافظ ابوبکر جعابی اور برہان الاسلام غزنوی دونوں حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کا انتقال ۹۹ھ میں ہوا ہے۔ امام کردری فرماتے ہیں کہ اس صورت میں روایت مذکورہ کا سماع ممکن ہے۔ میں (مصنف تنزیہ الشریعۃ) کہتا ہوں کہ یہ قول حافظ عراقی کے اس دعوی کی تردید ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث کا انتقال ۹۰ھ سے قبل ہی ہوا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ الزبیدی کی تاریخ وفات میں مؤرخین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ متاخرین محدثین نے جن میں حافظ ذہبی بھی شامل ہیں اس سلسلہ میں مؤرخ مصر حافظ ابوسعید عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس المتوفی ۳۴۷ھ کے بیان پر زیادہ تر اعتماد کیا ہے کیونکہ ان کی "تاریخ مصر" متاخرین میں زیادہ متداول رہی ہے۔ اور حافظ ذہبی نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔ حافظ ابن یونس نے حضرت ابن جزءؓ کا سنہ وفات ۸۶ھ ہی بتایا ہے چنانچہ اسی قول کو بعد میں زیادہ شہرت ہوگئی ورنہ ان کے سنہ وفات کے بارے میں ۸۵ھ۔ ۸۷ھ، ۸۸ھ اور ۸۹ھ کے اقوال تو خود حافظ عراقی تک نے نقل کیے ہیں۔ اور امام کردری نے جیسا کہ ابھی گزرا، برہان الاسلام غزنوی اور حافظ ابوبکر جعابی سے ان کی تاریخ وفات ۹۹ھ نقل کی ہے۔ اور یہی زیادہ قرین صواب ہے۔ کیونکہ حافظ ابن یونس نے اگرچہ مصر کی تاریخ لکھی ہے لیکن

---

[1] جلد ۱ صفحہ ۲۷۲ [2] مناقب ابی حنیفہؒ کے مصنف شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری المتوفی ۶۴۲ھ نہیں بلکہ امام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف کردری بزازی صاحب "فتاوی بزازیہ" المتوفی ۸۲۷ھ ہیں اور ان کا لقب شمس الائمہ نہیں ہے۔

وہ جلالتِ شان اور علوِ مکان میں حافظ ابن جعابی کے ہم پایہ نہیں۔ حافظ ابن جعابی ان ہی کے ہم طبقہ ہیں اور حفظِ حدیث اور کثرتِ معلومات میں ابن یونس سے کہیں فائق تھے۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ابن الجعابی کے بارے میں لکھتے ہیں :

وکان اماما فی معرفۃ العلل و ثقات الرجال وتواریخھم وما یطعن علی الواحد منھم لم یبق فی زمانہ من یتقدمہ۔

یہ علل، ثقات رجال، تاریخ رجال اور جو کچھ کسی راوی پر جرح و قدح ہوئی ہے ان تمام امور کی معرفت میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ ان کے زمانے میں کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو اس سلسلہ میں ان سے بڑھا ہوا ہو۔

چار لاکھ حدیثیں ان کی نوک زبان پر تھیں اور چھ لاکھ حدیثوں کا مذاکرہ رہتا تھا۔ حافظ ابن الجعابی نے طلب حدیث میں مختلف ممالک کے سفر کیے تھے۔ لیکن ابن یونس نے مصر سے باہر قدم نہیں نکالا۔ چنانچہ حافظ ذہبی کی ابن یونس کے تذکرہ میں تصریح ہے :

ولم یرحل ولا سمع بغیر مصر۔

انھوں نے نہ تو طلب حدیث کے لیے سفر کیا اور نہ مصر کے محدثین کے علاوہ کسی اور محدث سے حدیث کا سماع کیا۔

+ + + + +

پھر جس حدیث پر بحث ہو رہی ہے اس کا مخرج عراق ہے، اس کی روایت میں حسب تصریح حافظ ابو نعیم اصفہانی امام محمد بن سماعہ منفرد ہیں، بعد کو اس خاص حدیث کا مخرج "رَی" ہو گیا۔ چنانچہ ابن سماعہ سے اس کو جعفر رازی نے اور جعفر سے ان کے بیٹے عبید اللہ نے نقل کیا اور عبید اللہ سے اسی دور کے مشہور حفاظ حدیث (۱) حافظ ابو جعفر محمد بن عمرو صاحب کتاب الضعفاء الکبیر المتوفی ۳۲۲ھ نے سن کر روایت کیا۔ حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں یہ حدیث کو ان ہی کی سند سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ "جامع بیان العلم" کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں :

واخبرنا عن ابی یعقوب یوسف بن احمد الصیدلانی المکی حدثنا ابو جعفر

لہ ۳ صفحہ ۹۲۶

اخبرنا کے بارے میں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ حافظ ابن عبد البر نے اپنے شیخ کا ذکر نہیں کیا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

محمد بن عمرو بن موسی العقیلی حدثنا ابو علی عبید اللہ بن جعفر الرازی (القند) [۹۱]

اسی طرح (۲) حافظ ابن المقریؒ نے "مسند ابی حنیفہ" میں اور (۳) حافظ ابن جبالی نے "الانتصار لمذہب ابی حنیفہ" میں براہ راست ابو علی بن الرازی سے سن کر درج کیا ہے جس کی تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔ ابوسعید بن یونس کے علم میں یہ روایت اس لیے نہ آسکی کہ اس روایت کا مخرج مصر نہیں تھا۔ امام ابوحنیفہ نے بھی اس حدیث کا سماع مکہ معظمہ میں ہی کیا ہے اس لیے حافظ ابن یونس اس سلسلہ میں معذور ہیں ان کو اگر اس روایت کا پتہ چلتا تو وہ اپنی رائے بدل دیتے۔ معلوم نہیں حافظ ابن یونس نے حضرت ابن جزء رضی اللہ عنہ کی تاریخ انتقال کے بارے میں ۸۶ھ کی جو تعیین کی ہے اس کی بنیاد کیا ہے جب تک ان کے اس قول کی تائید میں کوئی روایت صحیح سند سے پیش نہ کی جائے اس پر کیوں کر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ صحابہ کے سنین وفات میں کتب طبقات صحابہ میں بکثرت اختلاف اقوال پایا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ طبقات صحابہ کا فن بعد میں مدون ہوا ہے اس لیے بہت سے صحابہ کی تاریخ وفات کی صحیح تحقیق نہ ہو سکی۔ سید القراء حضرت ابی بن کعبؓ رضی اللہ عنہ مشہور ترین صحابی ہیں ان کے بارے میں اختلاف اقوال کی کیفیت یہ ہے کہ علامہ محمد بن یوسف شامی شافعی اپنی کتاب "سبیل الرشاد فی ہدی خیر العباد" المعروف بالسیرۃ الشامیہ میں لکھتے ہیں:

مات قیل تسع عشرۃ وقیل سنۃ عشرین وقیل اثنتین وعشرین و قیل سنۃ ثلاثین فی خلافۃ	حضرت ابی بن کعبؓ کا انتقال ۱۹ھ میں ہوا۔ بعض نے ان کا سنہ وفات ۲۰ھ اور بعض نے ۲۲ھ بھی بیان کیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) معلوم نہیں وہ کون ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ روایت ابن عبد البر نے محدث ابو یعقوب یوسف بن احمد صیدلانی کی مشہور کتاب "فضائل ابی حنیفہ" سے نقل کی ہے اور "فضائل ابی حنیفہ" کو وہ اپنے شیخ حکم بن منذر کے واسطہ سے خود مصنف سے روایت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو "الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء" صفحہ ۱۳۰ طبع مصر)

[۹۱] الجواہر المضیئۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵

عثمان قال ابو نعیم الاصبہانی وھذا ھو الصحیح ۔ ۵۱	عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۳۰ھ میں انتقال ہوا ہے۔ ابو نعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

لہٰذا بغیر تحقیق کسی ایک قول کو اختیار کر لینا جیسا کہ حافظ ذہبی نے کیا، ہرگز صحیح نہیں ہے۔ طبقات صحابہ و تابعین کے قدیم ترین مصنف حافظ ابن سعد نے "کتاب الطبقات" میں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء کا سنہ وفات ذکر نہیں کیا ہے لیکن حافظ ابن عبد البر نے "جامع بیان العلم" میں جہاں اس روایت کو ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ افادہ بھی فرمادیا ہے کہ

وذکر محمد بن سعد کاتب الواقدی ان اباحنیفۃ رأی انس بن مالک و عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی ۵۲	محمد بن سعد کاتب واقدی نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔

حافظ عبدالقادر قرشی "الجواہر المضیئۃ" میں حافظ ابن عبد البر کے ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

ھکذا ذکرہ وسکت عنہ۔	ابن عبد البر نے اسی طرح بیان اس کو نقل کرکے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس بارے میں ابن سعد کی رائے سے متفق ہیں)

نہ صرف سکوت بلکہ حافظ ابن عبد البر نے کتاب الکنیٰ میں بہ صراحت لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے حدیث سُنی ہے اور اسی بنا پر ان کا شمار تابعین

---

۵۱ تبییل الرشاد۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر محب اللہ شاہ صاحب واقع پیر جھنڈو میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۱۱۰۹ھ ہے۔

۵۲ جامع بیان العلم : صفحہ ۴

میں ہے۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت سابق میں نقل کی جاچکی ہے۔

اِسی طرح وہ تمام حضرات جنھوں نے صحابہ سے امام صاحبؒ کی روایت پر مستقل اجزاء تصنیف کیے ہیں۔ انھوں نے بھی عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کی مذکورہ روایت کو اپنے اجزاء میں درج کیا ہے۔ اور مؤلفین اجزاء میں حافظ ابوسعد سمان جیسے حافظ حدیث بھی داخل ہیں لہٰذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اکثر حفاظ حدیث کا رجحان یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کی وفات حافظ ابن الجعابی ہی کی تصریح کے مطابق ہے۔

اس پر بھی غور کیجیے ان علماء میں حافظ ابن سعد، حافظ ابونعیم اصفہانی، حافظ ابن عبدالبر اور حافظ عبدالقادر قرشی نے بصراحت حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے امام صاحب کے سماع کو ثابت کیا ہے اور ابن سعد، ابونعیم اصفہانی، ابن عبدالبر یہ وہ حضرات ہیں، جنھوں نے تراجم صحابہ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور حافظ ابن المقری، حافظ ابن الجعابی، حافظ ابوسعد سمان اور حافظ عبدالقادر قرشی جیسے اکابر حفاظ کے بارے میں قلتِ نظر کا گمان کس کو ہوسکتا ہے۔ اسی لیے حافظ ذہبی کے بعد آنے والے بہت سے مؤرخین نے ان کی رائے کو قابلِ التفات نہیں سمجھا اور صاف لفظوں میں فیصلہ کردیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے اس حدیث کو سُنا تھا۔ چنانچہ محدث ابن عراق کی تحقیق ابھی آپ کی نظر سے گزری اور علامہ عبدالحی بن العماد حنبلی المتوفی ۱۰۸۹ھ "شذرات الذهب فی اخبار من ذهب" میں رقمطراز ہیں:

وذکر الحافظ العامری فی تالیفه "الریاض المستطابة"[۱] وکذلك ملخصه صالح بن صلاح العلائی

حافظ عامری نے اپنی تالیف "الریاض المستطابۃ" میں اور اسی طرح صالح بن صلاح علائی نے جنھوں نے الریاض المستطابہ کی تلخیص کی ہے۔ ذکر کیا ہے اور میں

۱؎ یہ کتاب مطبع شاہجہانی بھوپال سے ۱۳۰۳ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔ مصنف کا پورا نام حافظ یحیی بن ابی بکر عامری یمنی ہے اور سنہ وفات ۸۹۳ھ ہے۔ "الریاض المستطابہ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ" میں یہ عبارت صفحہ ۵ پر موجود ہے۔

ومن خطه نقلت ان الامام ابا حنيفة رأى عبداللہ بن الحارث بن جزء الصحابی وسمع منه قوله صلی اللہ علیہ وسلم من تفقه فی دین اللہ کفاہ اللہ همه ورزقه من حیث لا یحتسب۔ ؎	نے ملا ہی کی اصل تحریر سے اس کو نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء صحابی کو دیکھا ہے اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سنی ہے "من تفقه فی دین اللہ کفاہ اللہ همه ورزقه من حیث لا یحتسب۔

مؤرخ ابن العماد نے اس سلسلہ میں بعض علماء کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں جن میں ان صحابہ کے اسماء کو نظم کر دیا گیا ہے جن سے امام ابوحنیفہ نے حدیثیں سنی ہیں۔ یہ اشعار ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل ہیں ؎

لَقِیَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَةَ سِتَّةً من صحب طٰہٰ المصطفی المختار

امام ابوحنیفہؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ صحابیوں سے ملاقات کی ہے،

انسا وعبداللہ نجل انیسهم وسمیه ابن الحارث الکرار

(۱) انس (۲) عبداللہ بن انیس (۳) عبداللہ بن الحارث،

وزد ابن اوفی وابن واثلة الرضی واضمم الیهم معقل بن یسار

(۴) عبداللہ بن ابی اوفیٰ (۵) عامر بن واثلہ (۶) معقل بن یسار، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور محدث ابن عبدالہادی یوسف بن حسن بن احمد جمال الدین الصالحی الحنبلی نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب "الاربعین المختارہ من حدیث الامام ابی حنیفہ" میں نقل کیا ہے ؎۲

حافظ ذہبی کی "میزان الاعتدال" اور ابن حجر عسقلانی کی "لسان المیزان" کو پڑھ کر حافظ قاسم بن قطلوبغا کو معلوم نہیں کیا وہم ہوا کہ انھوں نے اس سند کے متعلق یہ شبہ ظاہر کر دیا کہ اس میں جعفر اور محمد بن سماعہ کے درمیان احمد بن الصلت کا واسطہ ہے جو نقل ہونے سے رہ گیا ہے۔ دلیل کے طور پر انھوں نے تاریخ خطیب کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں

؎۱ جلد اول صفحہ ۲۲۰ ؎۲ التعلیق القویم صفحہ ۵۵

جو سند مذکور ہے وہ احمد بن الصلت کے واسطہ سے ہے۔

یہ اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ خطیب نے جو سند نقل کی ہے وہ حفاظ ثلاثہ ابن المقری، ابن الجعابی اور ابوجعفر عقیلی کی بیان کردہ سند سے بالکل مختلف ہے، ان حضرات کی سند میں ابو علی عُبَیداللہ بن جعفر رازی اپنے والد جعفر بن محمد رازی سے روایت کرتے ہیں جبکہ خطیب نے جس سند کو بیان کیا ہے اس میں عبیداللہ بن جعفر کا سرے سے کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔ جعفر کا بیشک ذکر ہے لیکن وہ جعفر بن محمد نہیں بلکہ جعفر بن علی ہیں اسی طرح اول الذکر "رَی" کے رہنے والے ہیں جب کہ دُوسرے صاحب بغدادی ہیں۔ ہم ذیل میں خطیب کی سند نقل کیے دیتے ہیں۔ ناظرین مقابلہ کرکے اطمینان کرلیں:

اخبرنا القاضی ابو العلاء الواسطی حدثنا ابو القاسم علی بن الحسین العبدی المقری بالکوفۃ حدثنا ابو العباس محمد بن عمر بن الحسین بن الخطاب البغدادی حدثنا جعفر بن علی القاضی البغدادی حدثنا احمد بن محمد الحمانی قال حدثنا محمد بن سماعۃ القاضی حدثنا ابو یوسف عن ابی حنیفۃ (الحدیث) ؎۱

علاوہ ازیں جعفر بن محمد اور محمد بن سماعہ کے درمیان کسی واسطہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ جعفر بن محمد کے صاحبزادے عبیداللہ بن جعفر کا سنہ وفات ۳۲۱ھ ہے اور ان کے شاگرد ابن ابی حاتم کا سنہ وفات ۳۲۷ھ ہے۔ جعفر رازی کا سنہ وفات نہیں ملتا۔ ان کے صاحبزادے کی تاریخ وفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ یقیناً تیسری صدی کے اوائل میں پیدا ہوئے ہیں اور محمد بن سماعہ کا انتقال ۲۳۳ھ میں ہوا ہے۔ اس لیے ان دونوں کا لقاء بین ممکن ہے۔ احمد بن الصلت تو خود عُبیداللہ بن جعفر رازی کے ہمعصر ہیں اس لیے کہ ان کا سنہ وفات ۳۰۸ھ ہے۔

غرض یہ وہ حدیث ہے جس کی صحت پر خواہ مخواہ محض اس لیے شبہ کیا جارہا ہے کہ ابن یونس نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ وفات ۸۶ لکھ دیا ہے اور بعد کے دَور میں اس کی روایت احمد بن صلت کے واسطہ سے شہرت پکڑ گئی اور وہ اتفاق سے مجروح

؎۱ ملاحظہ ہو "تاریخ بغداد" جلد ۴ صفحہ ۳۲ طبع مصر

ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ متعصبین نے نعیم بن حماد خزاعی کی توثیق اس لیے کی ہے کہ وہ "مثالب ابی حنیفہ" کا مدون ہے اور احمد بن صلت حمانی کو اس لیے مجروح کیا ہے کہ وہ "مناقب ابی حنیفہ" کا مصنف ہے۔ لیکن اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ نہ تو اس روایت میں احمد بن الصلت متفرد ہے کہ اس کو اس بارے میں متہم کیا جائے۔ اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کی وفات ۸۶ھ ہی میں ہوئی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی صحت پر جو شبہات کیے جاتے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔

۳۷۔ حضرت عائشہ بنت عجرد سے امام ابو حنیفہ کی روایت

۴۳۔ سید الحفاظ امام الجرح والتعدیل یحیی بن معین حنفی المتوفی ۲۳۳ھ جن کے آگے امام بخاری اور امام مسلم نے علم حدیث میں زانوئے تلمذ تہ کیا ہے اپنی کتاب "التاریخ والعلل" میں رقمطراز ہیں:

ان اباحنیفۃ صاحب الرأی سمع عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنہا تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اکثر جند اللہ فی الارض الجراد لا اکلہٗ ولا احرمہٗ۔ ؎	یا شبہ ابو حنیفہ صاحب رائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کا سب سے کثیر التعداد لشکر ٹڈیاں ہیں جن کو میں نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

قلت کذلک ھو فی تاریخ یحیی بن معین روایۃ ابی العباس الاصم عن عباس الدوری عنہ ۔؎	میں کہتا ہوں۔ تاریخ یحیی بن معین میں جس کو ابو العباس الاصم نے عباس دوری سے روایت کیا ہے یہ روایت اسی طرح ہے۔

اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی صحابیت کے بارے میں جن حضرات نے شبہ کا اظہار کیا ہے ان میں دار قطنی، ذہبی اور ابن حجر بھی پیش پیش ہیں۔ ان حضرات کے شبہ کی بنیاد صرف یہ ہے کہ امام شافعی نے کتاب الاُمّ میں حدیث مس ذکر پر بحث کرتے ہوئے کسی جگہ یہ لکھا ہے کہ "معروف نہیں ہیں"۔ امام شافعی کا یہ قول ہمیں "کتاب الام" کے

۵۲؎ لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا

مطبوعہ نسخوں میں بحث نقض الوضوء من مس الذکر میں نہیں مل سکا۔ البتہ حافظ ابن حجر نے اس سلسلہ میں "لسان المیزان" میں امام شافعی کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

رددنا قولنا من غیر بسرة والذی یعیب علینا الروایة عن بسرة یروی عن عائشة بنت عجرد وغیرھا من النساء اللواتی لسن بمعروفات و یحتج بروایتھن و یضعف حدیث بسرة مع سابقتھا وقدم ھجرتھا۔ ؎	ہم نے اپنے اس قول کو حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی روایت کیا ہے وہ لوگ جو ہمیں حضرت بسرہ سے روایت کرنے پر عیب لگاتے ہیں وہ عائشہ بنت عجرد اور ان جیسی دیگر خواتین سے جو معروف نہیں ہیں روایت کرتے ہیں اور پھر ان کی روایتوں سے حجت قائم کرتے ہیں اور بسرہ کی حدیث کو ان کی سابقیت اور قدیم الہجرت ہونے کے باوجود ضعیف ٹھہراتے ہیں۔

لیکن اس عبارت میں بھی بصراحت ان کی صحابیت کا کہیں انکار نہیں ہے البتہ امام شافعی نے الزامی جواب دیتے ہوئے صرف اس قدر کہا ہے کہ حضرت عائشہ بنت عجرد معروف نہیں ہیں۔ لیکن امام شافعی کے ان کو نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابیہ ہی نہ ہوں اس لیے کہ اگرچہ امام شافعی ان سے واقف نہیں ہیں تاہم امام ابوحنیفہ، عثمان بن راشد، حجاج بن ارطاۃ جیسے جلیل القدر حضرات نہ صرف یہ کہ ان سے واقف ہیں بلکہ وہ حضرت عائشہ سے روایت بھی کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مجہول شخص سے دو راوی روایت کرلیں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور یہاں تو دو نہیں تین حضرات روایت کرتے ہیں پھر اصولِ حدیث کا مسلمہ اصول ہے کہ صحابی کی جہالت مضر نہیں ہے اس لیے کہ تمام صحابہؓ بالاتفاق روایت میں عادل سمجھے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سماع کی خود تصریح بھی موجود ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں:۔

؎ ملاحظہ ہو "لسان المیزان" ترجمہ عائشہ بنت عجرد

سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے ۔

اور حافظ یحییٰ بن معین نے اس نقل کو تسلیم رکھتے ہوئے ان کی صحابیت کا برملا اعتراف کیا ہے؟ چنانچہ حافظ ذہبی "تجرید اسماء الصحابہ" میں لکھتے ہیں :

قال ابن معین لها صحبة ۔[1] ابن معین کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوئی تھیں۔

حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سنن دار قطنی میں بھی ایک روایت منقول ہے جس کو نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں :

لیس لعائشة بنت عجرد الا هذا الحدیث وعائشة بنت عجرد لاتقوم بها حجة ۔[2] عائشہ بنت عجرد سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے اور عائشہ بنت عجرد سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

لیکن محدث دار قطنی کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ بنت عجرد سے صرف یہی ایک حدیث مروی نہیں ہے بلکہ دو روایتیں اور بھی مروی ہیں ان میں سے ایک تو یہی حدیث ہے جس کو امام یحییٰ بن معین نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے ۔ اور دوسری حدیث "مسند ابی حنیفہ" میں حافظ طلحہ بن محمد نے روایت کی ہے جس کو امام ابو حنیفہ نے عثمان بن راشد کے حوالہ سے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے[3] ۔ یہ دو حدیثیں تو وہ ہیں جو ہمارے علم میں ہیں ممکن ہے اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہوں لہٰذا دار قطنی کا یہ کہنا کہ "لیس لعائشة بنت عجرد الا هذا الحدیث" اسی طرح درست نہیں ہے ۔

دوسری بات اس لیے صحیح نہیں کہ حافظ ذہبی کی تصریح ہے کہ صنفِ اناث میں کوئی فرد مجروح نہیں ہے ۔ چنانچہ "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں :

وما علمت من النساء من اتهمت ولا من ترکوها ۔[4] عورتوں میں سے کسی کے بارے میں میرے علم میں نہیں کہ اس کو متہم کیا گیا ہو اور محدثین نے اس سے روایت ترک کردی ہو۔

---

[1] صفحہ ۲۸۶ [2] سنن دار قطنی صفحہ ۲۴ طبع فاروقی دہلی [3] جامع مسانید الامام الاعظم جلد ۲ صفحہ ۲۲۱
[4] میزان الاعتدال جلد ۳ فصل النساء

مولانا ابو تراب رشد اللہ سندھی صاحب العلم الرابع نے اپنی کتاب "الاعلام بروات الامام" میں جو مسانید ابو حنیفہ کے تراجم رجال پر مشتمل ہے اور جس کا قلمی نسخہ کاتب الحروف کے پیش نظر ہے، حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ان تمام شکوک و شبہات کی پوست کندہ تردید کر دی ہے جو اس سلسلہ میں ان معترضین کو پیش آئے ہیں۔ بحث کی افادیت کے پیش نظر ہم اس کتاب سے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کا تذکرہ بتمامہا نقل کیے دیتے ہیں:۔

عائشة بنت عجرد روى لها الامام عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن عثمان بن راشد عنها عن ابن عباس ذكرها الذهبي في الميزان وقال: لا تكاد تعرف۔ قال الدارقطني: ولا تقوم بها حجة ويقال لها صحبة ولم يثبت ذلك، بل ارسلت فاوهمت انها صحابية۔ اه۔ اقول القائل بصحابيتها ابن معين صرح به الذهبي نفسه في تجريد الصحابة ولاشك انه اعلى كعبا من الذهبي و من نحا نحوه وحجته ما في

عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے امام ابو حنیفہ نے براہ راست بھی روایت کی ہے اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتی ہیں اور عثمان بن راشد کے واسطے سے بھی ان کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ حافظ ذہبی نے "میزان" میں ان کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ معروف نہیں ہیں۔ اور دارقطنی کہتے ہیں کہ ان سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ صحابیہ تھیں مگر یہ بات ثابت نہیں ہے بلکہ انہوں نے ارسال (یعنی صحابی کا نام درمیان سے حذف) کر کے یہ وہم پیدا کر دیا ہے کہ وہ صحابیہ ہیں (الخ)۔ میں کہتا ہوں کہ ان کی صحابیت کے قائل ابن معین ہیں، اس کی تصریح خود حافظ ذہبی نے "تجرید الصحابہ" میں کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن معین ذہبی اور ان جیسے دیگر حضرات سے بلند پایہ ہیں۔

تاریخه المروی من جهة
العباس الاصم عن عباس الدوری
عن ابن معین ان اباحنیفة
صاحب الرأی سمع عائشة بنت
عجرد تقول سمعت رسول الله
صلی الله علیه وسلم ۔ وقول الحافظ
ابن حجر انه غلط فی الصیغة
غلط بعد ما اعتبرها مثل
ابن معین وحکم بها علی
صحابیتها وذکر بعضهم
ایاها فی التابعیات انما
سببه الجهل فلا یحتج به
علی علم لاسیما علم عالم متقن
بصیر کابن معین فانه رئیس
النقاد ورئیسهم باتفاق
اهل السداد فلا یدهشك
حکم الذهبی فی التجرید
علی قول ابن معین بالشذوذ
لان شذوذ الثقة الناقد
الغیر المنافی لما رواه الثقات
غیر مضر عندهم فی الصحة

اس امر کی دلیل جو ابن معین کی "تاریخ" میں مذکور
ہے اس "تاریخ" کو عباس اصم، عباس دوری کے
واسطے سے ابن معین سے روایت کرتے ہیں۔
(اس "تاریخ" کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-) بلاشبہ
امام ابوحنیفہ صاحب الرائی نے حضرت عائشہ بنت
عجرد کو یہ فرماتے سُنا کہ وہ کہہ رہی تھیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ۔ حافظ ابن حجر
کا اسے غلط کہنا بذات خود غلط ہے ۔ اس لیے
کہ ابن معین جیسے بلند پایہ شخص نے اس حدیث کا
اعتبار کیا ہے اور اس کی بنیاد پر ان کی صحابیت
کا فیصلہ کردیا ہے ۔ اور بعض نے جو ان کا تذکرہ تابعیات
کے ضمن میں کیا ہے ۔ اس کا سبب بھی جہالت ہے
اور علم کے مقابلہ میں جہالت کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا
اور خاص طور پر اس وقت جبکہ علم بھی عالم متقن
اور بصیرت رکھنے والے کا ہو جیسا کہ ابن معین ہیں،
اس لیے کہ وہ بالاتفاق ناقدوں کا سردار اور ان
کے پیشوا ہیں ۔ لہذا "تجرید الصحابہ" میں ذہبی کا
ابن معین کے قول کو شاذ کہہ دینا تم کو کسی قسم کی
حیرت میں مبتلا نہ کرے ۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک
ایک ناقد ثقہ کا تنہا کسی بات کو بیان کرنا جبکہ وہ
دوسرے ثقات کی روایت کے منافی نہ ہو صحت

وبعد تحقيق الصحبة لا يضر جهالتها لان الصحابة على ما عرف فى محله كلهم عدول - والله تعالى اعلم بالصواب -

روایت کے لیے مضر نہیں ۔ اور جب حضرت عائشہ کی صحابیت متحقق ہوگئی تو ان کا معروف نہ ہونا مضر نہیں ۔ اسی لیے کہ تمام صحابہ جیسا کہ اپنے موقع و محل پر ثابت ہو چکا ہے، عادل ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

۳۸ ۔ امام ابوحنیفہ کی عبداللہ بن ابی حبیبہ صحابی سے روایت

یہ خود امام اعظمؒ کی مشہور تصنیف "کتاب الآثار" میں یہ روایت امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ دونوں کے نسخوں میں مذکور ہے :-

ابوحنيفة قال حدثنا عبدالله بن حبيبة قال سمعت ابا الدرداء يقول بينا انا رديف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يا ابا الدرداء من شهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله وجبت له الجنة قال قلت له وان زنى وان سرق فسكت عنى ثم سار ساعة ثم قال من شهد ان لا اله الا الله و انى رسول الله وجبت له

امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن حبیبہؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ایک موقع پر جب کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوالدرداءؓ جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو تب بھی؟ یہ سُن کر آپ ذرا دیر خاموش رہے، پھر کچھ دیر چلتے رہے اور پھر آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ گواہی

الجنة قلت : وان زنى وان سرق قال وان زنى وان سرق وان رغم انف ابي الدرداء ۔ قال فكأني انظر الى اصبع ابي الدرداء السبابة يومي بها الى ارنبته ۔ ۱

دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی ۔ میں نے پھر عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو تب بھی ؟ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو تب بھی اور اگرچہ ابوالدرداء کی ناک مٹی میں رگڑی جائے جب بھی ۔ ابن ابی حبیبہ کہتے ہیں : میں ابوالدرداءؓ کی شہادت کی انگلی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی ناک کے بانسے کی طرف اشارہ کرتے جارہے تھے ۔

علامہ ابن عابدین شامی اپنے ثبت ۲ "عقود اللآلی فی اسانید العوالی" میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

وقال الشهاب المنيني هذا الحديث يشهد لمن اثبت رواية ابي حنيفة عن الصحابة فان عبدالله ابن ابي حبيبة عده الحافظ ابن حجر في الصحابة قال

شہاب منینی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے دعوی کی شاہد ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی صحابہ سے روایت کو ثابت کرتا ہے اس لیے کہ حافظ ابن حجر نے عبداللہ بن ابی حبیبہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے چنانچہ وہ "الاصابہ" میں فرماتے ہیں ان کے والد ابوحبیبہ کا نام ادرع بن الاذعر ہے ، یہ

---

۱ ملاحظہ ہو کتاب الآثار نسخہ امام ابو یوسف صفحہ ۱۹۷ باب الغزو والجیش طبع مطبع استقامہ مصر ۱۳۵۵ھ نیز کتاب الآثار نسخہ امام محمد صفحہ ۹۵ طبع مطبع انوار محمدی لکھنؤ

۲ "ثبت" :- وہ کتاب جس میں محدث اپنی روایت کردہ کتابوں کی اسناد اپنے شیخ سے لے کر مصنف تک بیان کرتا ہے ۔

فی الاصابۃ واسمہ الاذرع بن الاذعر الانصاری الاوسی قال ابن ابی داؤد شہد الحدیبیۃ وذکرہ البخاری وابن حبان و غیرہما فی الصحابۃ وقال البغوی کان یسکن قباء

انصاری اور اوسی ہیں۔ ابن ابی داؤد کہتے ہیں عبداللہ بن جبیبہ صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ بخاری اور ابن حبان وغیرہ نے ان کا صحابہ میں شمار کیا ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ "قبا" میں سکونت پذیر تھے۔

شہاب الدین احمد بن علی منینی جن کی تحقیق علامہ شامی نے نقل کی، بڑے پایہ کے محدث ہیں ۱۱۷۲ھ میں انھوں نے وفات پائی ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین منینی کے علاوہ متاخرین محدثین میں اور بھی متعدد حضرات ہیں جنھوں نے اپنے "اثبات" میں اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن ابی جبیبہ الانصاری صحابی کی روایت ہی قرار دیا ہے اور اس کو صحابہ سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کا شاہد گردانا۔ ان حضرات میں شیخ عبدالباقی حنبلی، محدث بن عقیلہ حنفی المتوفی ۱۱۵۰ھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ [۲]

لیکن خود حافظ ابن حجر نے "الایثار لمعرفۃ رواۃ الآثار" میں ان کا جو ترجمہ لکھا ہے، وہ حسب ذیل ہے۔

عبداللہ بن ابی جبیبۃ الطائی عن ابی الدرداء وعنہ ابو حنیفۃ روی عنہ ابو اسحاق حدیثا اخر فی افراد الدارقطنی وقال ابن ابی حاتم عبداللہ بن ابی حبیبۃ عن ابی امامۃ بن سہل وعنہ بکیر بن عبداللہ بن الاشج ولم یذکر فیہ

عبداللہ بن ابی جبیبہ طائی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے اور امام ابوحنیفہؒ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی جبیبہ سے ابواسحاق نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے جو افرادِ دارقطنی میں ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی جبیبہ حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے بکیر بن عبداللہ بن الاشج۔ ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں

---

[۱] و [۲] ملاحظہ ہو "عقود اللآلی" صفحہ ۹۰-۹۱ طبع شام

جرحًا ۔ ہے کسی قسم کی جرح نقل نہیں کی ہے ۔

حافظ صاحب نے عبد اللہ بن ابی حبیبہ کو انصاری کے بجائے طائی قرار دیا ہے لیکن اس دعویٰ کی صحت کے لیے کوئی قرینہ چاہیے ۔ ابن ابی حاتم کی جو عبارت حافظ صاحب نے نقل کی ہے اس میں جس عبد اللہ بن ابی حبیبہ کا تذکرہ ہے وہ حضرت ابو الدرداء سے نہیں بلکہ حضرت ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں ۔ حافظ صاحب کے اس بیان سے بعض اور لوگوں کو بھی ان کے تابعی ہونے کا شبہ ہو گیا ہے ۔

متاخرین میں حافظ ابو المحاسن دمشقی نے امام اعظم کے مناقب پر ایک مفصل کتاب قلم بند کی ہے جس کا نام "عقود الجمان فی مناقب النعمان" ہے ۔ موصوف نے اس کتاب میں امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت کی بحث میں زیادہ تر تو حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ کے مذکورہ بالا بیانات پر ہی انحصار کیا ہے جن پر ہم ابھی سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اس کے علاوہ انھوں نے مزید نکتہ سنجی یہ بھی فرمائی ہے جس کا خلاصہ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی المتوفی ۹۷۳ھ کے الفاظ میں حسب ذیل ہے :-

قال بعض متاخری المحدثین	متاخرین محدثین میں سے ایک صاحب
ممن صنف فی مناقب الامام	نے جنھوں نے امام ابو حنیفہ کے مناقب پر مبسوط تصنیف
ابی حنیفۃ کتابا حافلا ما حاصلہ	کی ہے اس باب میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ
جزم خلائق من ائمۃ الحدیث	یہ ہے کہ ائمہ حدیث کی ایک خلق کثیر نے اس
بانہ لم یسمع من احد من الصحابۃ	امر کا یقین کر لیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی
شیئا واحتجوا باشیاء منھا	صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے ۔ ان حضرات
ان ائمۃ اصحابہ الاکابر	نے بطور دلیل جن چیزوں کا ذکر کیا ہے ان میں
کابی یوسف ومحمد وابن	سے ایک یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے اصحاب میں
المبارک وعبد الرزاق وغیرہم	جو اکابر ائمہ ہیں مثلاً امام ابو یوسف ، امام محمد ، ابن

۵ے "الایثار لمعرفۃ رواۃ الآثار" کا قلمی نسخہ مولانا محمد عبد الرشید نعمانی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اس کتاب میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب "الآثار" بروایت امام محمد کے راویوں کا حال لکھا ہے ۔

لم ينقلوا عنه شيئا من ذلك ولو كان لنقلوه فانه مما يتنافس فيه المحدثون ويعظم افتخارهم به فان كل سند فيه انه سمع من صحابي لا يخلو من كذاب و باشياء أخر قالوا واما رؤيته لانس رض وادراكه لجماعة من الصحابة بالسن فصحيحان لاشك فيهما وما وقع للعيني انه اثبت سماعه من الصحابة رده عليه صاحبه الشيخ الحافظ قاسم الحنفي والظاهر ان سبب عدم سماعه من ادركه من الصحابة انه اول امره اشتغل بالاكتساب حتى ارشده الشعبي لما رأى من باهر نجابته الى الاشتغال بالعلم . ولا يسع من له ادنى المام بعلم الحديث ان يذكر خلاف ما ذكرته

المبارک اور عبدالرزاق وغیرہ انھوں نے اس سلسلہ میں کچھ نقل نہیں کیا حالانکہ اگر ایسی بات ہوتی تو یہ حضرات اس کو ضرور نقل کرتے کیوں کہ یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس پر محدثین آپس میں رشک کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے ان کا فخر اور بڑھ جاتا ہے بات یہ ہے کہ ہر وہ سند جس میں یہ مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی سے سُنا ہے اس میں کوئی نہ کوئی کذاب راوی موجود ہے نیز اور باتیں بھی اس سلسلہ میں اُن حضرات نے بیان کی ہیں اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ اور اپنی عمر کے لحاظ سے بہت سے صحابہ کو پانا یہ دونوں باتیں بے شک صحیح ہیں اور عینی نے جو امام صاحبؒ کا سماع بعض صحابہ سے نقل کیا ہے اس کی تردید خود ان کے شاگرد حافظ قاسم حنفی ہی نے کردی ہے۔ امام صاحبؒ نے جن صحابہ کو پایا اور پھر ان سے حدیثیں نہ سُنیں اس کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ اوائل عمر میں کسب معاش میں مشغول رہے تا آں کہ امام شعبی نے آپ کو غیر معمولی ہونہار دیکھ کر تحصیل علم کی طرف رہنمائی کی۔ (اس مصنف کا دعویٰ ہے کہ) جس شخص کو علم حدیث سے معمولی لگاؤ بھی ہو اس کو یہ گنجائش نہیں کہ وہ میرے اس

انتهى حاصل كلام ذلك المحدث ۔[1]

بیان کے خلاف زبان کھول سکے۔ یہ خلاصہ ہے محدث مذکور کی تقریر کا۔

لیکن اول تو یہ نکتہ سنجی قواعد محدثین کے خلاف ہے چنانچہ خود علامہ ابن حجر مکی کو اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد یہ اعتراف کرنا پڑا کہ

وقاعدة المحدثين ان راوي الاتصال مقدم على راوي الانقطاع لان معه زيادة علم تؤيد ما قاله العيني فاحفظ ذلك فانه مهم۔[2]

محدثین کا یہ قاعدہ کہ "اتصال کا راوی انقطاع کے راوی پر مقدم ہے کیونکہ وہ مزید علم رکھتا ہے" عینی کے قول کی تائید کرتا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ یہ اہم بات ہے۔

ثانیاً یہ محض غلط ہے کہ ہر وہ روایت جس میں امام صاحبؒ کا کسی صحابی سے سماع مذکور ہے اس میں کوئی نہ کوئی غلط راوی موجود ہے کیونکہ ہم نے جو روایات پیش کی ہیں ان کے رُواۃ میں کسی غلط کا پایا جانا تو درکنار کسی راوی کے متعلق ضعف کا ثابت کرنا بھی مشکل ہے۔

ثالثاً یہ کہنا کہ امام صاحبؒ کے اصحاب سے اس سلسلہ میں ایک لفظ منقول نہیں یہ اس لیے غلط ہے کہ ان حدیثوں کے نقل کرنے والے خود امام ابو یوسفؒ اور امام محمد ہی ہیں اور امام یحیی بن معین اگرچہ امام صاحب کے راست شاگرد نہیں ہیں لیکن وہ صاحبین سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور ان کا شمار ائمہ حنفیہ ہی میں ہے۔

رابعاً اس قسم کا دعوٰی کرنا متاخرین کے لیے تو ویسے بھی مناسب نہیں کہ متقدمین کی اکثر کتابیں پچھلے دور میں ناپید ہو چکی تھیں ہاں یہ دعوٰی اس شخص کے لیے بیشک زیب دیتا ہے جس کی نظر قدماء کی کتابوں پر ہو مثلاً ابن ندیم کہ اس کے سامنے قدماء کی تصنیفات تھیں اس کی شہادت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ ہے کہ

وكان من التابعين لقي عدة من الصحابة ۔[3]

وہ تابعی تھے اور متعدد صحابہ سے ان کی ملاقات ہوئی ہے۔

---

[1] و [2] صفحہ ۲۳ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم طبع دار الکتب العربیۃ الکبری بمصر ۱۳۲۶ھ

[3] صفحہ ۲۹۸ الفہرست طبع مطبع استقامہ قاہرہ

خامساً عدم سماع کا یہ سبب بیان کرنا کہ امام صاحبؒ ابتدائے عمر میں کسب معاش میں مشغول تھے اس لیے صحابہ سے حدیثیں نہ سکے بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ وجہ عدم کثرتِ روایت کی تو بلاشک ہوسکتی ہے لیکن نفس عدم روایت کی نہیں اس لیے کہ جب رؤیتِ صحابہ خود معترضین کو تسلیم ہے تو پھر ایک دو روایت کے سماع میں اور وہ بھی اتفاقاً ہوجائے شبہ کی کیا گنجائش ہے اور ہمارا دعویٰ امام صاحبؒ کے بارے میں یہ نہیں ہے کہ انھوں نے صحابہ سے بکثرت روایتیں کی ہیں بلکہ اصل دعویٰ یہ ہے کہ رؤیتِ صحابہؓ کی طرح صحابہ سے ان کی روایت بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ اس دعویٰ پر روایت ہو یا درایت کسی حیثیت سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا خاص طور پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کان یخضب بالحمرۃ جس کا بار بار ذکر آچکا ہے ایسی روایت ہے جس کی صحت خود معترضین کو بھی تسلیم ہے۔

جائے غور ہے کہ امام مسلم کے نزدیک اگر دو ہم عصروں میں لقاء کا امکان ہو تو گو ان کی روایت میں سماع کی تصریح نہ بھی ہو بلکہ روایت محض معنعن ہو جب بھی روایت متصل ہی سمجھی جائے گی۔ اور امام بخاری کے نزدیک اگر دو معاصروں میں ایک لحظہ کی ملاقات بھی ثابت ہوجائے تو جتنی حدیثیں بھی ایک معاصر اپنے دُوسرے معاصر سے نقل کرے گا اتصال پر ہی محمول ہوں گی۔ لیکن یہاں اُلٹا معاملہ ہے، معاصرت اور امکان لقاء نہیں بلکہ صحابہ سے امام اعظمؒ کی ملاقات تک کا معترضین کو اعتراف ہے، پھر یہ روایات بھی بلفظ عَنْ نہیں بلکہ سَمِعْتُ اور حَدَّثَنَا کے صیغے ہیں مگر منکرین ہیں کہ کسی طرح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ سچ ہے ؏

تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

خلاصۂ بحث محدث حرم شیخ الشیوخ ابراہیم بن حسن کورانی المتوفی ۱۱۰۱ھ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

ان ادراکہ لجماعۃ من	امام ابوحنیفہ کا صحابہ کی ایک جماعت کو پانا
الصحابۃ ورؤیتہ لبعضھم	اور ان میں سے بعض کی زیارت کرنا صحیح اور ثابت

ثابت صحیح واما روایتہ عن رأهم	ہے۔ رہی یہ بات کہ جن حضرات کی زیارت کی ان سے
فصححها بعضهم وضعفها آخرون	روایت بھی کی تو بعض محدثین اس روایت کی تصحیح
فهو من التابعین رضی اللہ تعالیٰ	کرتے ہیں اور بعض تضعیف۔ بہرصورت وہ تابعین
عنہ و عنهم اجمعین۔ [۱]	میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔

اسی کے ساتھ علامہ مخدوم ہاشم محدث سندھی کا یہ فیصلہ بھی پڑھ لیجیے :-

واما روایتہ الحدیث	صحابہ سے امام صاحبؒ کے حدیث کی روایت
عن الصحابۃ فمختلف فیہ	کرنے کا مسئلہ اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن ظاہر یہی
والظاهر ثبوتها عمن ثبتت	ہے کہ جن حضرات صحابہ کی زیارت ثابت ہے ان
لہ رؤیتہ۔ [۲]	سے روایت کا بھی ثبوت ہے۔

تابعین میں افضل کون ہے؟

تابعیت کے باب میں محدثین میں ایک بحث یہ بھی چلی آتی ہے کہ حضرات تابعین میں افضلیت کے درجہ پر کون فائز ہے۔ چنانچہ محدثین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے متعدد حضرات کے نام لیے ہیں لیکن اگر کثرتِ ثواب کو پیشِ نظر رکھ کر اس بحث کا فیصلہ کیا جائے تو فضیلت کی قبا حضراتِ تابعین میں امام ابوحنیفہ کے علاوہ اور کسی صاحب کے بدن پر راست نہیں آتی۔ حق تعالیٰ شانہ نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو چار دانگ عالم میں جو شہرت اور قبولیت عطا فرمائی ہے اس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ علامہ عبدالباقی بن احمد الفاضل الشامی نے اپنی تالیفِ منیف "شرح الموارد العذبہ من فوائد النخبہ" میں جو اصولِ حدیث پر ان کی بیش بہا تالیف ہے اس مسئلہ پر جو دادِ تحقیق دی ہے وہ ہدیۂ ناظرین ہے :-

---

[۱] واضح رہے کہ محدث کورانی نے اپنی تصنیف "مسالک الابرار" میں امام اعظم کی تابعیت پر بھی بڑی تفصیل سے کلام کیا ہے جس کا مجمل محدث مینی نے اپنے "ثبت" میں ان الفاظ میں تحریر کر دیا ہے جو ہم نے نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو التعلیق القویم صفحہ ۶۵ [۲] التعلیق القویم صفحہ ۴۰

وافضلهم (اى التابعين) سعيد بن المسيب او قيس بن ابى حازم او الحسن البصرى او علقمة او ابو عثمان النهدى او مسروق او اويس القرنى قال العراقى وهو الصواب لحديث عمرؓ مرفوعاً ان خير التابعين رجل يقال له اويس اخرجه مسلم كما فى التدريب

واقول ان كان المراد بالافضلية الزيادة فى امر مخصوص كالزهد والورع والحفظ وسعة الرواية فسلم لكنه غير المتبادر وان المراد بها كثرة الثواب المستلزم لرفعة الدرجات وقرب الزلفى عند الله تعالى فافضلهم على الاطلاق ابوحنيفة النعمان بن ثابت لا يشك فى ذلك الا مكابر وقاصر الاطلاع ۔

واما كونه من التابعين فلانه ولد سنة ثمانين باتفاق المحدثين والمورخين والخمس من الضبط والتمييز عند اكثر الائمة فيكون قد ادرك ابا الطفيل فانه قد مات سنة مائة

تابعین میں سب سے افضل یا سعید بن المسیب ہیں یا قیس بن ابی حازم یا حسن بصری یا علقمہ یا ابو عثمان نہدی یا مسروق یا اویس قرنی اور عراقی کی رائے میں حضرت اویس کی افضلیت قرین صواب ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ کی مرفوع حدیث ہے "خیر تابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس ہے" یہ مسلم کی روایت ہے جیسا کہ تدریب میں مذکور ہے۔ اور میری رائے اس باب میں یہ ہے کہ اگر افضلیت سے کسی مخصوص صفت مثلاً زہد، ورع، حفظ حدیث اور کثرت روایت میں زیادتی مراد ہے تو یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے، مگر اس بات کی طرف جلدی سے ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ اور اگر افضلیت سے مراد کثرتِ ثواب ہے جس کا نتیجہ رفع درجات اور تقرب الٰہی ہے تو اس صورت میں یقینی طور پر اس مرتبہ کے حامل امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں اور یہ ایسی بات ہے جس میں بجز کم علم اور مکابر کے اور کوئی شک نہیں کرسکتا۔

رہا امام ابوحنیفہ کا تابعی ہونا سو محدثین و مورخین کا اس پر اتفاق ہے ان کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور اکثر ائمہ کی رائے میں پانچ سال کی عمر ضبط و تمییز کی عمر شمار ہوتی ہے۔ انھوں نے صحابہ میں درج ذیل اصحاب کو پایا :- (۱) حضرت

على ما في صحيح مسلم ومستدرك
الحاكم او مائة وسبع كما جزم به
ابن حبان وابن قانع وابن منده
او عشر كما صححه الذهبي
وانس بن مالك فانه مات
سنة ثلاث وتسعين على المختار
ومحمود بن الربيع فانه مات
سنة تسع وتسعين بلا خلاف
وعبد الله بن بسر المازني
فانه مات سنة ست وتسعين
او ثمان وثمانين وسهل بن سعد
الساعدي فانه مات سنة ثمان
وثمانين او احدى وتسعين وعبد الله
بن ابي اوفى فانه مات سنة ست
او سبع او ثمان وثمانين وعمرو بن
حريث فانه مات سنة خمس و
وثمانين او ثمان وتسعين وابا امامة
الباهلي فانه مات سنة ست وثمانين
كما جزم به الجلال وواثلة بن الاسقع
فانه مات خمس او ست او ثمان وثمانين و
عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي
فانه مات سنة ست او خمس او سبع او ثمان

ابو الطفیل کہ ان کا انتقال یا ١٠٠ھ میں ہوا ہے
جیسا کہ صحیح مسلم اور مستدرک حاکم میں منقول ہے
یا جیسا کہ ابن حبان، ابن مندہ اور ابن قانع
نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے ١٠٧ھ میں۔ یا
جیسا کہ ذہبی نے اس کی تصحیح کی ہے ١١٠ھ میں۔
(٢) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کیونکہ
قول مختار کے مطابق آپ کا ٩٣ھ ہے۔ (٣)
حضرت محمود بن الربیعؓ کہ ان کا انتقال بالاتفاق
٩٩ھ میں ہوا ہے (٤) حضرت عبد اللہ بن بسر
المازنی کہ ان کا انتقال ٩٦ھ یا ٨٨ھ میں
ہوا (٥) حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کہ ان کی
تاریخ وفات ٨٨ھ یا ٩١ھ ہے (٦) حضرت
عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ کہ ان کا انتقال ٨٦ھ یا
٨٧ھ یا ٨٨ھ میں ہوا ہے (٧) حضرت عمرو
بن حریثؓ کہ ان کا سنہ وفات ٨٥ھ یا
٩٨ھ ہے (٨) حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہ ان کا
انتقال جلال الدین سیوطی کی تصریح کے مطابق ٨٦ھ
میں ہوا ہے (٩) حضرت واثلہ بن الاسقع کہ ان
کا انتقال ٨٥ھ یا ٨٦ھ یا ٨٣ھ میں ہوا
ہے (١٠) حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء زبیدیؓ
کہ ان کا انتقال ٨٥ھ یا ٨٦ھ یا ٨٧ھ یا
٨٨ھ یا ٨٩ھ میں ہوا ہے عہ (١١) حضرت

عہ سابق میں ان کے سنہ وفات پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

او تسع وثمانين والهرماس بن زياد الباهلي فانه مات سنة اثنتين و مائة او اكثر صرح بهذه التواريخ الشيخ وغيره۔ ومحمود بن لبيد الاشهلي فانه مات سنة ست وتسعين و السائب بن خلاد الخزرجي فانه مات سنة احدى وتسعين والسائب بن يزيد على القول بانه مات سنة ست وثمانين او احدى وتسعين وغيرهم من الصحابة۔

وقد صرح برؤيته لبعضهم وسماعه منه جماعة من المحدثين والمحققين كالطيالسي والديلمي والحارثي في مسانيدهم والبدر العيني في شرح معاني الآثار والقدوري في شرح مختصر الكرخي والسرخسي في شرح مختصر الحاكم وابو سعد والخطيب والذهبي والحافظ واليافعي والجزري في رجال القراء والتوربشتي في التحفة وصاحب الكشف في سورة المؤمنين وذكر السيوطي في بعض كتبه انه ادرك سبعين صحابياً منهم لم يثبت السماع لكن روي الاتصال

ہرماس بن زیاد باہلیؓ کہ ان کا انتقال ۱۰۲ھ یا اس کے بعد ہوا ہے۔ یہ تاریخہائے وفات شیخ (ابن صلاح) وغیرہ نے بیان کی ہیں (۱۲) حضرت محمود بن لبید الاشہلیؓ کہ ان کی تاریخ وفات ۹۶ھ ہے (۱۳) حضرت سائب بن خلاد خزرجیؓ کہ ان کا ۹۱ھ میں انتقال ہوا ہے (۱۴) حضرت سائب بن یزیدؓ کہ ایک قول کے مطابق ان کا انتقال ۸۶ھ یا ۹۱ھ میں ہوا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کا بھی آپ نے زمانہ پایا ہے۔

ان صحابہ میں سے بعض حضرات کی رؤیت اور ان سے سماع کی تصریح محدثین اور محققین کی ایک جماعت نے کی ہے جیسے کہ طیالسی، دیلمی اور حارثی نے اپنی اپنی مسانید میں اور بدر الدین عینی نے "شرح معانی الآثار" میں اور امام قدوری نے "شرح مختصر کرخی" میں اور امام سرخسی نے شرح مختصر حاکم میں نیز ابن سعد، خطیب، ذہبی، حافظ ابن حجر اور یافعی نے اور جزری نے رجال القراء میں اور توربشتی نے تحفہ میں اور صاحب الکشف نے سورۃ المؤمنین میں اور امام سیوطی نے تو اپنی بعض تصانیف میں یہاں تک ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ستر صحابہ کو پایا تھا اور ان میں سے بعض علماء نے سماع کے ثبوت سے انکار کیا

مقدم علی راوی الانقطاع وبعض الرواۃ وان ضعف فقد تقوی بالمتابعۃ ومما یحکم بذلک العقل اذ من ابعد البعید ان یکون فی عصرہ جماعۃ من اکابر الصحابۃ وھو یاخذ العلم من صدور الرواۃ وافواہ الرجال ویطلبہ طلب الضالۃ المنشودۃ وھم فی بلدہ او بینہ وبینھم مسیرۃ ایام ولا یرحل الیھم بل لو کان بینہ و بینھم مسافۃ اعوام ورای الناس یھرعون الیھم من کل فج عمیق ویسرعون لزیارتھم من کل قطر سحیق لاستانف ما اخذ العلم عنھم بالوسائط ولرای نفسہ احق بالرحلۃ ۔

واما کونہ اکثر ثوابا فلقولہ علیہ السلام من سن سنۃ حسنۃ کان لہ اجرھا و اجر من عمل بھا الی یوم القیامۃ

ہے۔ لیکن یہ قاعدہ ہے کہ اتصال کا راوی انقطاع کے راوی پر مقدم ہوتا ہے۔ اگر بعض رواۃ اس باب میں ضعیف ہوں تب بھی متابعت کے ذریعہ ان کی تقویت ہوگئی ہے۔ پھر عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے اس لیے کہ یہ بعید از قیاس ہے کہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں اکابر صحابہ کی جماعت موجود ہو اور امام صاحبؒ راویوں کے سینوں اور لوگوں کی زبانوں پر جو علم ہو اس کے حاصل کرنے میں مصروف ہوں پھر طلب علم میں انہماک کا یہ عالم ہو کہ گویا کوئی گم شدہ چیز طلب کر رہے ہیں۔ اور صحابہ خود ان کے شہر میں موجود ہوں یا چند روزہ راہ کی مسافت پر ہوں اور پھر بھی وہ ان کی خدمت میں سفر کرکے نہ پہنچیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر صحابہ سالہا سال کی مسافت پر بھی ہوتے اور امام صاحبؒ لوگوں کو یہ دیکھتے کہ وہ دُور دُور سے دوڑ دوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور مسافتِ بعیدہ سے ان کی زیارت کے لیے چلے آرہے ہیں تو یقیناً نئے سرے سے صحابہؓ سے اس علم کو حاصل کرتے جو پہلے انھوں نے بواسطہ حاصل کیا تھا اور اپنے آپ کو ان حضرات کی طرف سفر کرنے کا زیادہ حق دار سمجھتے۔

رہی یہ بات کہ امام صاحب کثرتِ ثواب میں سب تابعین پر فائق ہیں اس کی دلیل یہ

ولا شك في ان لابي حنيفة
مثل اجر كل من قلده
وعمل بمذهبه الى
انقراض النفختين
بل مثل اجور جميع
المجتهدين والمتكلمين
ومقلديهم لانه اول
من اجتهد و الف
في الفقه و الكلام.
صرح به صاحب
التبصرة وغيرها۔
فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ
وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔
له

حدیث نبوی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا ہے جس نے کوئی نیکی کی راہ نکالی اس کو
اس نیکی کا بھی اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی
کہ جو قیامت تک اس پر عمل کرتے رہیں گے۔ اور
اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو اتنا
ہی اجر ملے گا جتنا کہ ان کے ہر مقلد کو رہتی دنیا
تک ان کے مذہب پر ہر عمل کرنے والے کو
بلکہ امام ابو حنیفہؒ کو اتنا اجر ملے گا جتنا کہ تمام
مجتہدین و متکلمین اور ان کے مقلدین کو ملے گا
کیوں کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اجتہاد
سے کام لے کر فقہ و کلام میں تصنیفات کیں چنانچہ
صاحب تبصرہ وغیرہ نے اس بات کو صراحت
کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لہذا ہماری بات مان کر
اس کی قدر کیجیے۔

الحمد للہ رہوار قلم نے منزل پہنچ کر دم لیا، شروع میں یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ بحث اتنی طویل ہو جائے گی مگر

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم



امام ابو حنیفہ کی تابعیت

کتابیات

مضمون کی ترتیب و تدوین میں درج ذیل مصنفین کی کتب سے استفادہ کیا گیا :۔

① ابن ابی حاتم محمد بن ادریس المنذر التیمی الحنظلی ۳۲۷ھ
کتاب الجرح والتعدیل۔ الطبعۃ الاولیٰ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۶۱ھ

② ابن الجزری محمد بن محمد ۸۳۳ھ
غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء مطبعۃ السعادہ مصر ۱۳۵۲ھ

③ ابن الجوزی العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیۃ (قلمی)

④ ابن حجر احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ
① الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (مصر مطبعۃ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ جلد ۲) ② الایثار لمعرفۃ رواۃ الآثار (قلمی) ③ تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ (الطبعۃ الاولیٰ۔ الہند دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۲۴ھ) ④ تقریب التہذیب مع المغنی للشیخ محمد الطاہر (دہلی مطبع مجتبائی ۱۳۲۰ھ) ⑤ تہذیب التہذیب (الہند حیدرآباد دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۲۵ھ۔ جلد ۱۰) ⑥ الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ (مصر دار الکتب الحدیثیہ قاہرہ) ⑦ فتح الباری شرح صحیح البخاری (مصر مطبعۃ منیریہ ۱۳۰۱ھ) ⑧ لسان المیزان (الہند حیدرآباد دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۲۹ھ۔ جلد ۱) ⑨ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (طبع لاہور)

⑤ ابن حجر مکی شہاب الدین احمد ۹۷۳ھ
الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم (مصر دار الکتب العربیۃ ۱۳۲۶ھ)

⑥ ابن حیان وکیع محمد بن خلف ۳۰۶ھ اخبار القضاۃ (مصر مطبعۃ السعادۃ ۱۳۶۶ھ)

⑦ ابن خلکان شمس الدین احمد بن محمد ۶۸۱ھ وفیات الاعیان فی انباء ابناء الزمان (مصر مطبع میمنیہ ۱۳۱۰ھ)

⑧ ابن الصلاح ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن ۶۴۲ھ
معرفۃ علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح (حلب مطبعۃ العلمیۃ ۱۳۵۰ھ (طبع اول)

⑨ ابن عابدین شامی سید محمد عقود اللآلی فی اسانید العوالی (شام مطبعۃ المعارف ۱۳۰۲ھ)

⑩ ابن عبدالبر ابو عمرو یوسف بن عبدالبر النمری القرطبی ۴۶۳ھ ① جامع بیان العلم واہلہ وما ینبغی فی روایتہ وحملہ (مصر مطبع منیریہ) ② الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء (مصر مکتبۃ القدسی ۱۳۵۰ھ) ③ کتاب الکنی (قلمی) (اس کا قلمی نسخہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری مدظلہم کے کتب خانہ میں ہے)

⑪ ابن عراق ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی ۹۶۳ھ
تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ من الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ (مصر مکتبۃ القاہرہ)

⑫ ابن العماد عبدالحی الحنبلی ۱۰۸۹ھ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (بیروت مکتب تجاری)

⑬ ابن فہد تقی الدین مکی لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ

⑭ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ (مصر المطبعۃ السعادہ بجوار مصر ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء جلد ۱۴)

⑮ ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم الانصاری الافریقی ۷۱۱ھ لسان العرب (طبع جدید)

⑯ ابن ندیم محمد بن اسحاق الندیم ابوالفرج ۳۸۵ھ الفہرست (مطبع استقامۃ مصر)

⑰ ابن وزیر الیمانی العواصم والقواصم (قلمی ۔ ۴ جلدیں)

⑱ ابواسحاق شیرازی شافعی ۴۷۶ھ طبقات الفقہاء : بیروت دارالرائد ۱۹۷۰ء)

⑲ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ۱۵۰ھ ① کتاب الآثار نسخہ امام محمد (لکھنؤ مطبع انوار محمدی)
② کتاب الآثار بروایت ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری ۱۸۲ھ (مصر مطبعۃ الاستقامۃ ۱۳۵۵ھ)

⑳ ابوالمحاسن محمد بن یوسف بن علی بن یوسف ملد دمشقی ۹۴۲ھ عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان (قلمی)

㉑ ابونعیم الاصفہانی احمد بن عبداللہ ۴۳۰ھ مسند ابی حنیفہ (قلمی)

㉒ تقی الدین محمد الفاسی الحسنی ۸۳۲ھ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین (مصر مطبعۃ سنۃ محمدیہ ۱۳۸۰ھ)

㉓ حسن بن حسین بن احمد الطولونی رسالۃ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ (قلمی)

㉔ الخطیب البغدادی ابوبکر احمد بن علی ۴۶۳ھ تاریخ بغداد او مدینۃ السلام (مصر مطبعۃ السعادۃ)

㉕ دارقطنی ابوالحسن علی بن عمر ۳۸۵ھ السنن (دہلی مطبع فاروقی)

(۲۶) الذہبی ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ۷۴۸ھ (۱) تجرید اسماء الصحابۃ (۲) تذکرۃ الحفاظ (دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ طبع سوم۔ ۴ جلدیں) (۳) سیر اعلام النبلاء تحقیق صلاح الدین المنجد (مصر دار المعارف۔ جلد ۳) (۴) العبر فی اخبار من غبر (۵) معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار (مصر دار الکتب الحدیثہ) (۶) مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف و محمد بن الحسن الشیبانی (مصر دار الکتب العربی)

(۲۷) رشد اللہ سندھی ابو تراب صاحب العلم الرابع الاعلام برواۃ الاَثام (قلمی)

(۲۸) زبیدی محمد مرتضی ابو الفیض ۱۲۰۵ھ (۱) اتحاف سادہ المتقین بشرح احیاء علوم الدین (مصر مطبع میمنیہ ۱۳۰۹ھ) (۲) شرح القاموس المسمی بتاج العروس من جواہر القاموس (بیروت مکتبۃ الحیاۃ)

(۲۹) زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی ۸۰۶ھ التقیید والایضاح بر حاشیہ مقدمہ ابن صلاح (حلب مطبع العلمیۃ)

(۳۰) سبط ابن الجوزی ابو المظفر جمال الدین یوسف بن قزغلی البغدادی ۶۵۴ھ الانتصار والترجیح (مصر مطبعۃ نشر الثقافۃ الاسلامیۃ ۱۳۶۰ھ)

(۳۱) السبکی تاج الدین عبدالوہاب طبقات الشافعیۃ الکبرٰی (مصر مطبعہ عیسی البابی ۱۳۸۶ھ)

(۳۲) سخاوی شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن ۹۰۲ھ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث (لکھنو مطبع انوار محمدی)

(۳۳) سلمی ابو عبدالرحمٰن کتاب السوالات عن الدار قطنی (قلمی)

(۳۴) السمعانی ابو سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی ۵۶۲ھ الانساب (طبع لیڈن)

(۳۵) السیوطی جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر ۹۱۱ھ (۱) تبییض الصحیفہ (طبع دہلی بر حاشیہ کشف الاستار ایضاً) (۲) تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی (طبع مصر) (۳) ذیل اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (لکھنو مطبع علوی)

(۳۶) الشامی محمد بن یوسف شامی شافعی سبیل الرشاد فی ہدی خیر العباد المعروف بالسیرۃ الشامیۃ (قلمی)

(۳۷) صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ (۱) ابجد العلوم (بھوپال مطبع صدیقیہ ۱۲۹۶ھ) (۲) اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین (کانپور مطبع نظامی ۱۲۸۸ھ) (۳) التاج المکلل (طبع ہند) (۴) الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ (کانپور مطبع نظامی ۱۲۸۳ھ) (۵) منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول (بھوپال مطبع شاہجہانی ۱۲۹۹ھ)۔

(۳۸) الصیمری ابو عبداللہ حسین بن علی ۴۳۶ھ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (قلمی، مخزونہ مجلس علمی کراچی)

(۳۹) طاش کبری زادہ احمد بن المصطفیٰ ۹۶۲ھ مفتاح السعادہ ومصباح السیادہ (حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف)

(۴۰) عبدالباقی بن احمد الفاضل الشامی شرح الموارد العذبیہ (قلمی، مخطوط کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت رقم ۹۰)

(۴۱) عبدالحق محدث دہلوی شیخ ۱۰۵۲ھ (۱) تحصیل التعرف فی الفقہ والتصوف (قلمی) (۲) لمعات شرح مشکوٰۃ (لاہور، مطبع معارف علمیہ ۱۳۹۰ھ)

(۴۲) عبدالحی لکھنوی ابوالحسنات ۱۳۰۴ھ (۱) اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ (طبع حلب ایضاً لکھنؤ، مطبع یوسفی الانصاری ۱۳۳۰ھ) (۲) السعی المشکور فی رد المذہب الماثور (مصر، مطبع شوکت اسلام ۱۳۲۰ھ)

(۴۳) عبدالقادر قرشی الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ (حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف)

(۴۴) علاؤالدین علی المتقی الہندی البرہان فوری ۹۷۵ھ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (الہند، مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۱۲ھ)

(۴۵) علی بن سلطان محمد القاری الہروی ۱۰۱۴ھ (۱) مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (ملتان، مکتبہ امدادیہ) (۲) شرح نخبۃ الفکر (مطبعۃ اخوت ۱۳۲۶ھ)

(۴۶) القرطبی ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری ۶۷۱ھ الجامع لاحکام القرآن (قاہرہ مطبعۃ دارالکتب المصریۃ ۱۳۵۹ھ)

(۴۷) القسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری (مصر المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۲۳ھ ایضاً لکھنؤ مطبع نولکشور)

(۴۸) قطلوبغا قاسم بن قطلوبغا زین الدین ۸۷۹ھ تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ (بغداد مطبعۃ العانی)

(۴۹) قہستانی شمس الدین محمد النقایہ شرح مختصر الوقایہ (کلکتہ ۱۲۷۴ھ)

(۵۰) کردری محمد بن محمد الکردری البزازی ۸۲۷ھ مناقب الامام الاعظم ابوحنیفہؒ (دکن دائرۃ المعارف النظامیہ)

(۵۱) محمد اکرم السندھی امعان النظر (قلمی)

(۵۲) محمد حسن السنبھلی ۱۳۰۵ھ تنسیق النظام فی مسند الامام (کراچی، کارخانہ تجارت کتب)

(۵۳) محمد زاہد الکوثری تانیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب (مصر مطبعۃ دار تجلید الانوار ۱۳۶۱ھ)

(۵۴) محمد شاہ صدیقی عمدۃ الاصول فی احادیث الرسول (طبع دہلی)

(۵۵) محمد طاہر الفتنی ۹۸۶ھ (۱) تذکرۃ الموضوعات (مصر منیریہ ۱۳۴۳ھ) (۲) مجمع البحار (الہند مطبع نولکشور ۱۳۱۴ھ)

(۵۶) محمد عبدالرشید نعمانی (۱) ابن ماجہ اور علم حدیث (۲) تحشیہ و مقدمہ دراسات اللبیب (سندھی ادبی بورڈ) (۳) تعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات (لحبۃ احیاء الادب السندھی) (۴) تعلیق القویم علی مقدمہ کتاب التعلیم لمسعود بن ابی شیبہ السندھی

(۵۷) مخدوم محمد ہاشم سندھی اتحاف الاکابر بمرویات الشیخ عبدالقادر (قلمی)

(۵۸) مظفر عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی ۶۲۴ھ السہم المصیب فی الرد الخطیب (دیوبند مکتبہ اعزازیہ ۱۳۵۰ھ)

(۵۹) موفق بن احمد صدر الائمہ مکی مناقب الامام الاعظم (دکن دائرۃ المعارف)

(۶۰) میاں نذیر حسین معیار الحق (دہلی مطبع رحمانی ۱۳۳۶ھ)

(۶۱) النووی محی الدین یحییٰ بن شرف ۶۷۶ھ (۱) التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر والنذیر (طبع مصر) (۲) تہذیب الاسماء واللغات (مصر ادارۃ طباعۃ منیریہ)

(۶۲) ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب (۱) الاکمال فی اسماء الرجال (۲) مشکوٰۃ المصابیح (نور محمد کارخانہ تجارت کتب)

(۶۳) الیافعی عبداللہ بن اسعد ابو محمد ۷۶۸ھ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان (طبع بیروت)

(۶۴) یحییٰ بن ابی بکر عامری یمنی ۸۹۳ھ الریاض المستطابۃ فی جلۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃؓ۔

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

ادلۂ کاملہ

یعنی

غیر مقلدوں کے دس سوالات
اور ان کے تحقیقی جوابات

امام المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہٗ

تسہیل: مولانا سعید احمد پالنپوری محدث دار العلوم دیوبند
ترتیب: مولانا محمد امین پالنپوری استاذ دار العلوم دیوبند

ناشر

ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن غضنفر

الرحیم اکیڈمی

فرامینِ نبوی

ترجمہ و شرح

مکاتیب النبی ﷺ

تالیف

محدث ابو جعفر دیبلی

از

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی
استاذ شعبۂ عربی جامعہ کراچی

ناشر

الرحیم اکیڈمی

ناصبیت

تحقیق کے بھیس میں

محمود احمد عباسی کے تازہ اٹھائے
ہوئے فتنہ کا علمی اور تحقیقی جائزہ

از

محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی مدظلہٗ

ناشر

ڈاکٹر الحاج محمد عبد الرحمٰن غضنفر

الرحیم اکیڈمی

امام ابو حنیفہ

کی

تابعیت

اور

صحابہؓ سے ان کی روایت

از

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی
استاذ شعبۂ عربی جامعہ کراچی

ناشر

ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن غضنفر

الرحیم اکیڈمی

بمناسبت قران سعدین

عزیزم ڈاکٹر پروفیسر محمد عبد الشہید

ابن الاخ الاکبر العلامۃ الفہامۃ شیخ الحدیث مولانا عبد الرشید نعمانیؒ

با دختر نیک اختر انور بنت حافظ عتیق اللہ خان ٹونکیؒ

نتیجۂ فکر:
ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن غضنفر

تعالی اللہ چہ بزم دلنواز ست — در احسان حق بروے فراز ست
ہمہ حضّار اہل علم و فضل اند — ہمہ بدّام قصر کفر و جہل اند
مرام از عقد این مجلس عظیم است — مگو ہرگز کہ مقصد زرّ و سیم است
در ایشاں ہست مرد اہل ثروت — کہ می جوید فلاح قوم و ملّت
ہم او موصوف با تقویٰ و ورع — بجان و دل مطیع امر شرع
بمہمان می خوراند مرغ و ماہی — الٰہی کن عطایش چتر شاہی
ز صلب اوست دختر ماہ پیکر — تُسمّیہا الاقارب باسم انور
مُثقّفۃٌ مُہذّبۃٌ عفیفۃ — مُحرّرۃ مُدیرۃ شریفہ
پدر را باسم حافظ نام کردند — بہر مجلس ندائے عام کردند
دگر اہل کرم عبد الرشید ست — کہ او ظلّ سر عبد الشہید است
یکے ابن است و دیگر اب نکوکار — یکے اصل و دگر شاخ ثمر دار
نکاح انور و عبد الشہید ست — بحق ماصباح روز عید است

میانِ بلبل و گل ازدواج ست
تعالی اللہ چہ بہتر امتزاج ست

دگر اعمامِ نوشہ نیز بودند
کہ رنگ و رونقِ مجلس فزودند

یکے عبد العلیم آن علم پرور
دگر عبد الحلیم آن حلم گستر

مظفرؒ با ظفر دائم قرین است
غضنفر عبد رحمٰن اہل دین ست

وجودِ نوشہ و اخوانِ نوشہ
بُد آں مانند کہ گوئی ہالہ و مہ

یکے زآنہا پروفیسر شمیم است
پروفیسر ضیاء مردِ کریم ست

محمد احمد آں مردِ نکو نام
سزاوارِ ثناء احریٰ باکرام

ز استادانِ نوشہ ہست موجود
عزیز القدر عزت از رہ جود

اتانا شیخنا المصری کراماً
فنشکر علی ھذا النوال

واسأل مخلصاً یرفع اللہ
مراتبہ الی قلل المعال

لہٗ عند الوریٰ عزٌ عظیم
وشانٌ شامخٌ فی کل حال

دراین موضع رسید از راہِ بس دور
شد از تشریفِ او این بقعہ نور

بآخر این مجالس یافت پایاں
بخوش اسلوبی و خوبی نمایاں

بمنزل خویش ہر کس بست سامان
خراماں شادمان و گل بداماں

دعاگویاں ثناخواناں برفتند
مگر بعد آنکہ نوشیدند و خوردند

بمہماناں غضنفر گفت بدرود
جبینِ خود بپائے ہر یکے سود